

سہ ماہی

جہان طب

شمارہ ۲-۵

جلد ۱۴

اکتوبر — دسمبر ۲۰۱۲ء

مدیر اعلیٰ

پروفیسر حکیم سید شاکر جمیل
ڈائریکٹر جنرل، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی

مجلس مشاورت

پروفیسر حکیم محمد طیب
حکیم سید خلیفۃ اللہ
پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن
پروفیسر وی، ایچ طالب
حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی

حکیم سیف الدین احمد
حکیم مظہر سبحان عثمانی
پروفیسر انیس احمد انصاری
پروفیسر اختر الواسع
حکیم سید غلام مہدی

مجلس ادارت

حکیم خالد محمود صدیقی، ڈاکٹر شمشاد احمد، حکیم امان اللہ

معاون مدیر

حکیم وسیم احمد اعظمی

ناشر و طابع

ایڈمنسٹریٹو آفیسر
سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن
۶۱-۶۵، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری
نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

مطبع

انڈیا آفسیٹ پریس
اے-۱، مایا پوری انڈسٹریل ایریا، فیز-۱، نئی دہلی-۱۱۰۰۶۳

خط و کتابت و ترسیل زرکا پتہ

سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن
۶۱-۶۵، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری
نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

قیمت فی شمارہ : ۵۰ روپے
سالانہ زر تعاون : ۲۰۰ روپے

کمپوزنگ

امجد علی کمپیوٹر سنٹر، ابو الفضل انکلیو، پارٹ - I
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر

سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن
۶۱-۶۵، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری
نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

فون : +91-11- 28521981
+91-11- 28525982-3
+91-11- 28520846,28522524
+91-11- 28525831,52,62,83,97
+91-11- 28520501
+91-11- 28522965
ای میل : unanimedice@gmail.com
ویب سائٹ : http://www.ccrum.net

ترتیب

- ۵ ادارہ _____ مدیر اعلیٰ
- ۷ قرآن اور طب _____ محمود حسن الہ آبادی
- ۱۸ شفاء الدولہ حکیم سید افضل علی _____ پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن
- ۲۳ ابن القف _____ سرجری کا دوسرا کلائمکس _____ حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی
- ۳۱ حاملہ کی تدابیر: عرب اطباء کے حوالے سے _____ حکیم عبدالحنان، طبیبہ نیلم قدوسی
- ۳۸ کشتہ سازی کا تاریخی پس منظر _____ حقائق کی روشنی میں _____ حکیم شمیم ارشاد اعظمی، حکیم عبدالودود، حکیم ارشاد احمد، حکیم غفران احمد
- ۴۳ حکیم شاہ اہل اللہ بھلی _____ حکیم فخر عالم
- ۴۵ علم الجراحت میں ابوالقاسم زہراوی کی اختراعات _____ ایک جائزہ _____ حکیم وحید الزماں

- غذائے انسانی: فضولِ اربعہ کے حوالہ سے ایک مطالعہ _____ حکیم جاوید احمد خاں، حکیم منصور احمد صدیقی، ۴۸
حکیم تنزیل احمد، طبییہ شگفتہ نکہت
- ذیابیطس کا علاج: اطباءِ قدیم و جدید کے حوالے سے _____ حکیم احسان رؤف، طبییہ تبسم لطافت، حکیم محمد محسن ۵۴
- تبصرہ _____ حکیم امان اللہ ۶۲

اداریہ

مرض سے شفا یابی میں جس طرح تشخیص کی اہمیت ہے، اسی طرح اس کے معالجے میں اصلی دواؤں کی شمولیت کی بھی اہمیت ہے۔ اور اصلی دواؤں کی حصول یابی ہمیشہ سے ایک بڑا مسئلہ ہے اور آج کے منظر نامے میں اس مسئلہ میں اور بھی پیچیدگی آگئی ہے۔ اصل دوا میں آمیزش ایک علاحدہ بات ہے اور اصل کے نام پر نقلی دوا دینا، یہ دوسری بات ہے۔ اس کا شکوہ جالینوس نے بھی کیا ہے، زکریا رازی نے اور اور ابن بیطار نے بھی۔ دوا کے بارے میں اشتباہ، بلکہ کفیوژن کی ایک بڑی وجہ ان کی شناخت میں درپیش دشواریاں ہیں۔ ان سب مسائل اور ان کے محرکات میں ہماری کم علمی، کوتاہ بینی اور تن آسانی کا بھی دخل ہے۔ طب کے ادویاتی علمی سرمایہ کو بنظر غائر پڑھ جائیے، آپ کو تحقیق کا جو عنصر ہمارے پیش روؤں کی تحریروں میں ملے گا، جو جگر کاوی ان کی تصنیفات اور تالیفات میں ملے گی، جو دقت نظر اور فنی دانشوری ان کے یہاں ملے گی، اس کی مثال حال کی تحریروں میں ذرا کم ہی ملے گی۔

اصل دوا کے حصول کے لیے کلیتاً دوسروں پر انحصار اس کی افادیت کی راہ میں شدت کے ساتھ مزاحم ہے۔ آج کی صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے دواؤں کے نمونے حاصل کیے جائیں اور ان کی تحقیق کی جائے تو واضح ہوگا کہ ان شہروں میں مفرد دواؤں کا فراہم کنندہ ایک ہی عطار یا پنساری ہے۔ جمع کیے گئے نمونوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ بیشتر دوائیں اپنی عمر طبعی پوری کر چکی، کرم خوردہ، خراب، سوکھی، بسا نہ بھری، پھپھوندگی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں ان سے شفا کے سوتے پھوٹنے کی توقع کو خود فریبی کے سوا اور کیا عنوان دیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے ضروری ہے کہ بڑے پیمانے پر دواؤں کی کاشت کا نظم کیا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب دیہی عوام اور کاشت کاروں کو اس طرف متوجہ کرایا جائے اور انہیں یقین دلایا جائے کہ دواؤں کی کاشت نفع کا سودا ہے۔ اس میں دوسری روایتی پیداوار سے زیادہ فائدہ ہے۔

آج دواؤں کی شناخت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ قدیم کتابوں میں ان کی جو شناخت بیان کی گئی تھی، گزرتے زمانوں اور بدلتے ماحول کے ساتھ ان کی ظاہری ہیئت اور دوائی خواص پر یقیناً اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس لیے دانشوری کے ساتھ عمیق مشاہدے اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ اگر اصلی دوائی پودوں کا اگنے سے پھول، پھل آنے اور پختہ ہو کر خشک ہو جانے کے ہر مرحلے میں اس کی شناخت کا اہتمام کیا جائے اور اس کی ہر تبدیلی پر بھرپور نظر رکھی جائے تو دواؤں کے اصلی اور نقلی ہونے کے فرق کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اصلی اور معیاری دواؤں کے حصول کے لیے دواؤں کی کاشت از حد ضروری ہے۔ اس سے اصلی اور آمیزش سے پاک دوا حاصل ہوگی، جس کے معالجاتی نتائج بھی یقیناً بہتر ہوں گے۔

دواؤں کی طبی افادیت میں اس کی وطنی نسبت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ مرکی، ثعلب مصری، اجوائن خراسانی، سازج ہندی، جطیانارومی، دارچینی، شقائق مصری وغیرہ کی وطنی نسبت ان کی طبی منفعت کی غماز ہے، ہمیں آج کے پس منظر میں انہیں دیکھنا اور ان کی منفعت کا جائزہ لینا ہوگا۔ ان کی دوائی افادیت متاثر ہوئے بغیر اگر ان کی کاشت ہندوستان میں ہو سکے تو اس کے امکانات پر بھی غور کرنا ہوگا، کیوں کہ اس سے زرمبادلہ بچے گا اور ملک کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔

دواؤں کی شناخت میں مہارت نہ ہونے کی وجہ سے بھی نقلی دواؤں کا چلن عام ہوا ہے۔ مفرد دوا کو اس کا خریدار صرف اس کے نام سے جانتا ہے، اس کو پہچانتا نہیں، اس کی اس کمی کا فائدہ فروخت کنندہ اٹھاتا ہے اور اس دوا سے ملتی جلتی دوسری دوا سے دے دیتا ہے اور عدم شناخت کی وجہ سے وہ اسی پر قناعت کر کے مریضوں کو استعمال کراتا ہے، لیکن اس سے وہ نتائج نہیں برآمد ہوتے، جو اسے بتائے گئے ہیں یا جسے انہوں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ منصوبہ بند طور دواؤں کی کاشت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں بھرپور افادیت کی حامل، خالص دوائیں وافر مقدار میں ملیں گی، اس سے شفا یابی کے تناسب میں اضافہ ہوگا، تحقیق میں یقین آئے گا اور فن پر بھروسہ مزید مستحکم ہوگا۔ اس لیے ہمیں دواؤں کی کاشت کی طرف سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے، کاشت کاروں کو اس کی طرف متوجہ کرنے اور ان میں اعتماد پیدا کرانے کی ضرورت ہے کہ اس کاشت سے انہیں روایتی پیداوار سے زیادہ منافع ہوگا اور صحت کی تلاش و فراہمی میں ان کی حصہ داری بھی ہوگی۔

جہاں طب کا یہ شمارہ کیسا لگا؟ ہم اس میں مزید کیا بہتری لاسکتے ہیں؟ یہ سب آپ کے مشوروں سے ہی ممکن ہے۔



[پروفیسر حکیم سید شاہ کر جمیل]

مدیر اعلیٰ

قرآن اور طب

☆ محمود حسن الہ آبادی

سنجالی اور مسلمان خواب خرگوش میں مبتلا رہے، لیکن اب وہ بیدار ہو رہے ہیں۔ اس لیے امید ہے کہ ان کے وہ علوم جن پر ابھی تک جمود طاری تھا، انشاء اللہ ریسرچ کے مراحل سے گزریں گے اور مرض وصحت کے معاملہ میں اہل مغرب کے محتاج نہ رہیں گے۔

تخلیق اول:

چمکست نے کہا ہے:

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشاں ہونا یہ ایک دلچسپ بحث ہے کہ عناصر کی تعداد کتنی ہے اور جسم انسانی کتنے عناصر سے مرکب ہے؟ طب یونانی کے اصول کے مطابق جسم انسانی چار عناصر کا مرکب ہے۔ Anaximonas of Miletus [چھٹی صدی قبل مسیح] کا خیال تھا کہ پانی واحد عنصر ہے۔ Empedocles [۴۳۰—۳۹۰ قبل مسیح] کے نزدیک عناصر چار ہیں: مٹی، پانی، آگ اور ہوا۔ بعد میں یہی عناصر طب یونانی کی بنیادی فکر قرار پائے، کیونکہ انہیں عناصر کی وجہ سے چار اخلاط اور چار مزجہ کے نظریہ کو ثابت کیا جاسکتا ہے، جن پر طب یونانی کی بنیاد ہے۔ بہر حال عناصر چار ہوں یا ایک، یا ایک سو چار، جیسا آج کل کے سائنس دانوں کا کہنا ہے۔ یہ تمام عناصر مٹی میں پائے جاتے ہیں۔ مٹی کو گوندھنے کے لیے پانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا۔^[۱]

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔^[۲]

قرآن کریم طب و سائنس کی کتاب نہیں ہے، لیکن اسے، بجا طور سے 'ام العلوم' ہونے کا شرف حاصل ہے۔ کچھ علوم تو خود قرآن کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں نے مرتب کیے، جیسے صرف و نحو اور بلاغت وغیرہ۔ اور کچھ علوم میں تحقیق و تدقیق کے لیے مسلم علماء نے قرآن سے رہنمائی حاصل کی، جیسے تاریخ، جغرافیہ، نجوم، مساحت اور علم الصنادید وغیرہ۔

علم طب کو عطیہ خداوندی کہا جاتا ہے۔ جس زمانہ میں انسانی تہذیب نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اس زمانے میں صحت کی طرف رہنمائی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی تھی۔ چنانچہ ویدوں میں صحت انسانی کے لیے خاصی ہدایتیں پائی جاتی ہیں اور وید نہایت فخر سے اسے بیان بھی کیا کرتے ہیں۔ اوستا میں علم العلاج کا اچھا خاصہ بیان ہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی بعثت عہد انسانی کے اس دور میں ہوئی جو سائنسی ترقی، تحقیقات علوم اور عملی تجربات کے زمانہ کی ابتدا تھی۔ اس لیے قرآن کریم میں طب اور صحت انسانی اور علاج الامراض کی تفصیل بیان نہیں ہوئی ہے۔ قرآن ویسے بھی کتاب ہدایت ہے، کتاب طب و صحت نہیں ہے۔ لیکن تکوین کائنات اور بدو انسانی کے تعلق سے جتنی تفصیل قرآن میں بیان ہوئی ہے، اتنی کسی اور علم کے بارے میں نہیں ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند کا احصاء کیا جا رہا ہے۔ یہ اشارے دراصل علم العلاج کے سلسلے میں بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ ماضی میں ان کی بنیاد پر مسلمانوں نے تحقیقات کی ہیں۔ افسوس کہ گذشتہ پانچ صدیاں ایسی گزریں، جن میں تحقیق کی ذمہ داری اہالیان مغرب نے

☆ بی-۱۰۴، بدرمنزل، پٹیل نگر، وی، پی ناکا، بھونڈی، تھانے، مہاراشٹر

مٹی سے آدمی کے پیدا کیے جانے کی مزید چند آیتیں ملاحظہ ہوں:
 الاعراف: ۱۴، الانعام: ۱۲، السجدة: ۷، ص: ۶، الصافات: ۱۱، بنی اسرائیل: ۶۱۔
 سورة الصافات میں کہا گیا ہے کہ ہم نے انسانوں کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے 'مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ'۔ یہ سبھی آیتیں بنیادی طور سے انسان کی تخلیق مٹی سے ہونے کی خبر دے رہی ہیں۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ زندگی کے جتنے بھی عناصر ہیں، سبھی مٹی میں پائے جاتے ہیں۔ اب خواہ انسان صرف پانی سے بنایا گیا ہو یا چار عناصر کا مرکب ہو، جیسا کہ قدیم یونانیوں کا کہنا تھا، یا ۱۰۴ عناصر کا جیسا کہ جدید سائنس دانوں کی تحقیق ہے۔ قرآن کو ان اختلافات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یونانی اطباء نے چار عناصر کا نظریہ اس لیے تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے چار اخلاط اور چار مزاجوں کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔

تخلیق ثانی:

تخلیق ثانی کے مراحل کو قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس ذیل میں اس سے بہت سی ہدایتیں بھی متفرع ہوتی ہیں۔
 اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے:

ترجمہ: کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا، جو پڑکا یا گیا تھا۔ پھر وہ لہو کا لٹھڑا ہو گیا۔ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنایا۔ پھر اس سے جوڑے یعنی نرمادہ بنائے۔^[۳]

ان آیات نے بتلایا ہے کہ انسان کی تخلیق ثانی کاڑھے پانی [منی] سے ہوئی ہے جو [عورت کے رحم میں پڑکا یا جاتا ہے] اور یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ اس سے دونوں جنسیں یعنی مرد اور عورت پیدا کرتا ہے، تاکہ انسان کی نسل برقرار رہے۔
 سورة السجدة میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔^[۴]
 اس نچوڑ کے لفظ پر غور کیا جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ حمل قائم ہونے کا سبب مادہ تولید کا نچوڑ یعنی حوینا ت منویہ [spermatozoa] ہیں۔
 سورة الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے، جس نے تم کو تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے، پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا، ہلکا سا۔^[۵]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کئی باتیں بہت کم الفاظ میں ارشاد

فرمائی ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پہلے ایک انسان پیدا کیا گیا، پھر اسی ذات سے اس کا جوڑا پیدا کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ سکون حاصل کرے۔ اس کی مزید وضاحت سورة الروم میں ہے:

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت ہی نشانیاں ہیں۔^[۶]

نفیاتی نکتہ اس سے یہ برآمد ہوا کہ جو سکون منکوحہ سے قربت میں حاصل ہوتا ہے وہ غیر عورتوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش [libido] کو شجر ممنوعہ [taboo] نہیں قرار دیا ہے، بلکہ اسے قید نکاح میں لا کر عزت بخشی ہے۔ عیسائیوں نے اسے قابلِ حذر سمجھا اور نکاح نہ کرنے کو بڑی نیکی قرار دیا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ہاں رہبانیت [ترک دنیا] تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی۔ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا، سوائے اللہ کی رضا جوئی کے۔ سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔^[۷]

اخلاقیات کی تاریخ شاہد ہے کہ اس قسم کی خانقاہی زندگی نے ماضی میں کتنا فساد پھیلا یا ہے۔

عورت سے صحبت کرنے کا قدرتی طریقہ یوں بیان ہوا ہے:
 ترجمہ: پھر جب اس نے بیوی کو ڈھانپ لیا [قربت کی] تو اسے [بیوی کو] ایک ہلکا سا حمل رہ گیا۔^[۸]

اس سے مقاربت کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

ہندوستان کی قدیم جنسی کتابوں میں لذت حاصل کرنے کے بہت سے آسن بتائے گئے ہیں، لیکن چونکہ اسلام میں شادی کرنے کا مقصد نیک اور صالح اولاد کا حصول ہے، اس لیے جہاں کسی مجبوری کے تحت مقاربت کے فطری طریقے سے گریز کرنے کی اجازت دی گئی ہے، وہیں کہہ دیا گیا ہے کہ مقصد پیش نظر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے کا تھنہ بھججو۔^[۹]

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مقاربت آزاد شہوت رانی کی شکل میں نہ ہو، بلکہ تم اپنے لیے توشہ [اولاد] کا تھنہ بھججو۔ اس سے جہاں نیک اعمال کا

تختہ مراد ہے، وہیں نیک اولاد بھی مراد ہے۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت سے مقاربت قبل میں کی جائے گی، دُبر میں نہیں، جیسا کہ آج کل کے مدعیانِ تہذیب کی روش ہو گئی ہے۔ استلذاذ بالممثل [homo sexuality]، استلذاذ بالہائم [bestiality]، استلذاذ بالمحارم [incest]، آزادشہوت رانی [promiscuity] اور جماع فی الفم [oral sex] نیز قضائے شہوت کے دوسرے غیر طبعی قبیحانہ طریقوں کو جنہیں مغربی معاشرہ میں قبول عام حاصل ہے، اسلام نے بالکل حرام قرار دے دیا ہے۔ تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دیا ہے کہ بہت سے جنسی امراض، خصوصاً ایچ۔ آئی۔ وی کا تعدیہ مغربی معاشرہ کی دین ہیں۔ اسلام نے تو حاضہ سے بھی صحبت کرنے کو ممنوع قرار دے دیا ہے، کیونکہ وہ ایک تکلیف دہ [اذی] حالت ہے، فرمایا:

ترجمہ: آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے۔ حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ، جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے۔ [۱۰]

و قدموا لانفسکم سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اولاد کا تختہ سب سے اچھا تختہ ہے، جو اللہ کی طرف سے انسان کو عطا ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کی محبت اللہ نے ہر مرد و عورت کے دل میں ڈال دی ہے۔ قبل اسلام عرب کے بعض جاہل قبیلے لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس فبیح رسم کی بیخ کنی کر دی۔ زمانہ ترقی کر گیا ہے، اس لیے اب لڑکیوں کی ہی نہیں، بلکہ لڑکوں کا بھی اکثر جنینی قتل [foeticide] اور کبھی طفلی قتل [infanticide] ہو رہا ہے۔ تا جراتہ ذہنیت نے معیار زندگی برقرار رکھنے کے لیے اسے مختلف خوبصورت نام دے رکھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے:

ترجمہ: اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو، ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ [۱۱]

جنگِ بدر کے موقعہ کی آیت ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے:

ترجمہ: سو تم گردنوں پر اور ان کے تمام جوڑوں پر ضرب کاری لگاؤ۔ [۱۲]

طب کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ مبداء الخناخ [medulla oblongata] کی ضرب مہلک [fatal] ہوتی ہے اور ایک ایک جوڑ کی ضرب انسان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے سے معذور کر دیتی ہے۔

زوجین کی تخلیق کا ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ عورت اور مرد کے ملاپ ہی سے نطفہ کا استقرار ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا ایک جائز راستہ کھول دیا ہے اور والدین کو پابند کیا ہے کہ ناکتھرا لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی کر دیں، ارشادِ بانی ہے:

ترجمہ: تم میں سے جو مرد عورت نکاح کے قابل ہوں، ان کا نکاح کر دو۔ [۱۳]

یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی شادیاں کر دیں۔ اس ذیل میں لڑکیوں کے دیکھ لینے کی جو اجازت حدیث میں آئی ہے، وہ صرف اس غرض سے ہے کہ بعد میں شکل و صورت کی بنیاد پر کوئی مسئلہ نہ پیدا ہو۔ بالغ ہونے کے بعد شادی کر دینے کا حکم اس لیے ہے کہ اولاد جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو کر اپنی صحت اور عاقبت نہ خراب کر بیٹھے۔

سورۃ القیمۃ میں فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟ پھر وہ ابو کا لوتھڑا ہو گیا۔ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا، پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ [۱۴]

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ مرد اور عورت الگ الگ مشینوں کی پیداوار نہیں ہیں، بلکہ یہ اس کی قدرت ہے کہ ایک ہی فعل اور ایک ہی مادہ سے وہ حسب ضرورت دونوں اصناف کی تخلیق کرتا ہے۔ دنیا کی آبادی میں مرد اور عورت کا تناسب ایک مطلوبہ تعداد میں اللہ کی مشیت کا نتیجہ ہے۔ آج کل آبادی کا جو تناسب بگڑ رہا ہے وہ انسان کے حرص و آرزو اور مغربی مصنوعی معیار زندگی کو اپنانے کی خواہش کا نتیجہ ہے۔

قرآن کریم میں جنینیات [embryology] کے بارے میں جو تفصیلات ہیں، وہ آج کی سائنسی دنیا میں لوگوں کو حیرت میں ڈالنے کے لیے کافی ہیں، سورۃ العلق میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا:

ترجمہ: جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ [۱۵]

علق، عربی میں جو تک کو بھی کہتے ہیں۔ جنین کا خورد بینی مشاہدہ بتلاتا ہے کہ حمل کے قائم ہونے کے چند ہفتہ بعد جنین کی شکل خون کے جھے ہوئے ایک تھکے کی ہوتی ہے، جو اپنی شبیہ میں جو تک سے ملتی جلتی ہے۔ جنینی مراحل کا بیان سورۃ المؤمنون میں نہایت تفصیل سے ہے، جس کو پورا نقل کر دینا نہایت موزوں ہوگا:

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ

بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دیا، پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون [جونک] بنا دیا، پھر اس خون کے ٹوٹھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے، وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔^[۱۶]

اسی کو دوسرے انداز میں اور عمر کی دیگر تفصیل کے ساتھ سورۃ الحج میں

بیان کیا ہے، یہ بیان اس طرح ہے:

ترجمہ: لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے ٹوٹھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں، پھر ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو۔ پھر تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لیے جاتے ہیں اور بعض بے غرض عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے۔^[۱۷]

قرآن تذکیر کے لیے بھی جو آیت نازل کرتا ہے، اس میں بھی عبرت کے ساتھ تحقیق کے دروازے وارہتے ہیں۔ اس آیت میں جنینی مراحل کی تفصیل کے علاوہ عمر کی تمام منزلوں کا بیان ہے یعنی بچپن، جوانی، کہولت اور شیوخ۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ عمر کے ساتھ انسانی جسم میں جو تبدیلی آتی ہے وہ مرض نہیں ہے جو قابل علاج ہو۔ اس کا تجربہ آئے دن ہم کو ہوتا رہتا ہے۔

حمل اور رضاعت کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا اصول بنا دیا ہے، جس نے ایک قانون کی شکل اختیار کر لی ہے، فرماتا ہے:

ترجمہ: نائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں۔^[۱۸]

دوسری جگہ فرمایا:

ترجمہ: اور اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔^[۱۹]

تیس مہینے سے چوبیس مہینے [دو سال] منہا کرنے پر چھ مہینے کی مدت پختی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ اس لیے نو مہینے سے کم میں اگر کسی کو وضع حمل ہو جائے تو اس کے اوپر بد چلنی کا الزام نہیں لگ سکتا۔ وقت سے پہلے وضع حمل [premature delivery] کے کتنے ہی

واقعات آج کل سامنے آرہے ہیں، جن کا تعلق طب قانونی سے ہے۔ صحت اور مرض دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو وہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔^[۲۰]

یہ آیت ہمیں صرف یہی عقیدہ نہیں دیتی ہے کہ شفا دینے والا صرف اللہ ہے، بلکہ رہنمائی بھی کرتی ہے کہ انسان کو علاج بھی کرنا چاہیے اور جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے: لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ [یہ حدیث صحیحین کے علاوہ سنن کی کی بقیہ تمام کتابوں میں ہے۔] شفاء امراض کے لیے ادویہ کی تلاش بھی جاری رہنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے دن کو کام اور رات کو آرام کرنے کے لیے بنایا ہے اور سونے سے آرام ملتا ہے، فرماتا ہے:

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا اور رات کو ہم نے پردہ بنایا ہے اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا۔^[۲۱]

ہماری بہت سی بیماریوں کا سبب یہ ہے کہ ہم نے اوقات کار کو تبدیل کر دیا ہے، اس طرح خود نئی نئی بیماریوں کے پیدا کرنے کا سبب بن گئے ہیں۔ اطباء قدیم کا کہنا تھا کہ دن کے کھانے کے بعد تھوڑا آرام کرنا چاہئے اور رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرنی چاہئے۔ چہل قدمی کی تو نہیں، البتہ قیلو لے کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ ملتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں [اپنے آنے کی] تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے، نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت، جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہاری [خلوت] اور پردہ کے ہیں [خلوت کا اس لیے کہ یہ قیلو لہ کا وقت ہے۔]^[۲۲]

کسی فعل کو برقرار رکھنا اسلامی شریعت میں اس کے جواز کی دلیل ہے۔ نماز اور روزہ جسمانی عبادات ہیں۔ ان کا مقصد تو تقویٰ کا حصول ہے، لیکن غور کیا جائے تو نماز کی حرکات تسہیل مفاصل اور روزہ معده اور آنتوں کے تصفیہ و تنقیہ میں مفید ہے۔ روزہ کی حالت میں مریض کے لیے رخصت ہے کہ وہ چاہے تو بعد میں قضا کر لے۔ یہ احکام سورۃ البقرۃ کی آیات ۱۸۴ اور ۱۸۵ میں ہیں۔ آیت نمبر ۱۸۵ کا حکم یوں بیان ہوا ہے:

ترجمہ: اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر

لے۔ [۲۳]

یہ حکم تو روزہ دار مریض کے لیے ہے، لیکن یہ حکم تیمم کے سلسلہ میں زیادہ واضح ہے، حکم ہوتا ہے:

ترجمہ: اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی، نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو، الا یہ کہ راستے سے گزرتے ہو۔ اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مس [صحبت] کیا ہو، پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ [۲۳]

اس آیت میں واضح طور سے اجازت دی گئی ہے کہ بیماری یا سفر کی حالت میں اگر تم نے اپنی بیوی سے قربت کر لی ہے تو صرف تیمم سے کام چل جائے گا، بشرطیکہ پانی کا انتظام نہ ہو۔ یہ رعایت صرف مریضوں کے لیے ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار کے لیے عام حالات میں وضو ہے، لیکن جنابت کی حالت میں غسل ہے۔ وضو اور غسل سے جسم میں تازگی آجاتی ہے، جس سے قوت کا احساس ہوتا ہے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت بھی اسی احساس کو قائم رکھنے کے لیے ہے۔ وضو کی احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ اس سے گناہ جھڑتے ہیں، لیکن دنیوی فوائد کے لحاظ سے بھی چونکہ ہاتھوں اور پیروں میں تمام جسم کے علاحدی نقاط [treatment points] پائے جاتے ہیں، اس لیے وضو کرنے میں ان تمام علاحدی نقاط کا دیکھنا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے امراض سے شفا ہو جاتی ہے۔ نماز میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ میں تمام اعضائے جسمانی کی ورزش ہو جاتی ہے۔ روزہ شکم کے بہت سے امراض میں شفا کا حکم رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ فائدہ کرنے سے انسان کے جسم میں بجائے کمزوری کے جو توانائی آتی ہے، اس سے بہت سی مصیبتوں کے انگیز کرنے کی ایک قوت و عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ عربی زبان میں 'صوم' کا لفظ گھوڑوں کو فائدہ کی عادت ڈال کر جنگ کے لیے تیار کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہیں سے بطور ایک اصطلاح کے 'صوم' شرعی روزہ کے معنوں میں استعمال ہونے لگا، جس کی اصطلاح میں کھانے پینے کے علاوہ نفسانی خواہشات سے پرہیز کرنے کا حکم بھی شامل کر لیا گیا ہے، مریضوں کے لیے بعض رخصتیں توجیح کے موقع پر بھی ہیں [۲۴]۔

کھانے پینے کے احکام قرآن میں جتنی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، اتنا شاید کوئی اور مضمون بیان نہیں ہوا۔ اس بارے میں قرآن حیوانی

اور غیر حیوانی غذا میں فرق کرتا ہے۔ سب سے پہلے تو اس نے یہ اصول دیا:

ترجمہ: یعنی ظاہر اور باطن دونوں گندگیاں چھوڑ دو۔ [۲۵]

اس کے بعد وہ کچھ چیزوں کو نام لے کر حرام ٹھہراتا ہے، یہ ہیں مردار، بہتا ہوا خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے علاوہ اور کسی کا نام لیا گیا ہو۔ یہ آیت قرآن کریم میں چار جگہوں پر آئی ہے، ایک سورۃ البقرۃ میں آیت نمبر ۱۷۳، پھر سورۃ المائدہ میں آیت نمبر ۳، پھر سورۃ الانعام میں آیت نمبر ۱۴۵، اور آخر میں سورۃ النحل میں آیت نمبر ۱۱۵۔ اس میں مردار، خون اور سور کے گوشت کی نجاست ظاہری ہے اور آخری یعنی جس جانور پر اللہ کے علاوہ غیر کا نام لیا گیا ہو، میں نجاست باطنی ہے۔ ویسے اگر غور کیا جائے تو مردار، خون اور سور کے گوشت کی نجاست ظاہر ہے۔ مردار اور خون میں تمام اقسام کے جراثیم اور سور کے گوشت میں تمام قسم کے طفیلی [parasite] موجود ہوتے ہیں، جو مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ مزید برآں سور ایک نہایت بے حیا جانور ہے، جس کا گوشت کھانے والوں میں بے حیائی عام ہے۔ پاک چیزوں سے رزق دینے کی بات سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۰ کے علاوہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴ میں بھی ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳ مفصل ہے، جو اس طرح ہے:

ترجمہ: تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچے جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھلایا ہو، لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرو، یہ سب بدترین گناہ ہیں۔ [۲۶]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی دیوانہ یا آستانہ پر اگر اللہ کا نام لے کر بھی جانور ذبح کیا گیا ہو تو وہ بھی حرام ہوگا۔ اسی سے غیر اللہ کے نام سے منسوب جانوروں کی حرمت بھی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ یہ نجاست باطنی ہے۔ شراب کے نقصانات کو وہ 'اشم' گناہ سے تعبیر کرتا ہے۔ شراب اور جوئے کے بارے میں وہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ [۲۸]

شراب اور جوئے کے ظاہری نقصانات کا بھی وہ ذکر کرتا ہے:

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے

تمہارے درمیان آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے۔ [۲۹]

ضعفِ قلب کی شدید حالتوں میں جب قلب کی حالت غیر [heart sinking] ہونے لگتی ہے تو ڈاکٹر [معالج] بنت العجب [brandy] کا استعمال کراتے ہیں، لیکن اسلام نے ہر حال میں شراب کو حرام قرار دیا ہے۔

موت سے زندگی کیسے پیدا کرتا ہے؟ اسے ایک مثال کے ذریعہ وہ بتلاتا ہے:

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ دانک کو اور گھلیوں کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے۔ [۳۰]

کھیتوں میں طرح طرح کے غلے پیدا ہوتے ہیں۔ درختوں پر طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں۔ ان سب کا بیان سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱ میں ہے: فرماتا ہے:

ترجمہ: اسی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ [۳۱]

سورۃ الانعام میں زیتون کے ساتھ انگور اور انار کا بھی ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: اور [اس نے] باغات اگائے، انگور، زیتون اور انار کے۔ [۳۲]

سورۃ التین میں انجیر اور زیتون کی قسم کھائی گئی:

ترجمہ: قسم ہے انجیر کی اور قسم ہے زیتون کی۔ [۳۳]

سورۃ النور میں روغن زیتون کی تعریف کی گئی ہے کہ یہ ایسا تیل ہے کہ اس میں دھواں ہوتا ہی نہیں۔ بد قسمتی سے اس روغن کی پیداوار اتنی کم ہے کہ اسے ہر جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا، تاوقتیکہ اس کی پیداوار میں اضافہ نہ ہو۔ یہ تیل اتنا کارآمد اور قیمتی ہوتا ہے کہ صدر اول میں اسے گھی کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا۔ ان آیتوں میں جن فواکھات کا نام لیا گیا ہے، وہ مریضوں اور تندرست انسانوں کے لیے یکساں مفید ہیں۔

سورۃ النبا میں کہا گیا ہے:

ترجمہ: اور بدلیوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا۔ تاکہ اس سے اناج اور سبزہ اگائیں اور گھنے باغ [بھی لگائیں]۔ [۳۴]

اس کی مزید تفصیل سورۃ عمس میں ہے:

ترجمہ: انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کو دیکھے، کہ ہم نے خوب پانی برسایا، پھر پھاڑا زمین کو اچھی طرح، پھر اس میں سے اناج اگائے، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجور، اور گنجان باغات، اور میوہ

اور [گھاس] چارہ [بھی اگایا]، تمہارے استعمال و فائدے کے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے۔ [۳۵]

ان آیات میں غلوں، سبزیوں اور جانوروں کے لیے چارے کا بیان ہے۔

قرآن کریم کی جامعیت کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی جزو بول کر کل کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اسے اصول تفسیر کی زبان میں تعمیم خاص یا اطلاق مقید سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس کی علم تفسیر میں بڑی اہمیت ہے۔ کبھی کبھی دوسری جگہوں پر اس عموم کی طرف اشارے کیے جاتے ہیں، جیسے مذکورہ دو آیتوں کو سورۃ البقرۃ میں قدرے مزید واضح کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی دنیوی اغذیہ کی طلب کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ترجمہ: اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم سے ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو سکے گا، اس لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، گٹھری، گیہوں، مسور اور پیاز دے۔ آپ نے فرمایا: بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو! چھاشہر میں جاؤ وہاں تمہاری چاہت کی یہ سب چیزیں ملیں گی۔ [۳۶]

اس آیت کریمہ میں بہتر اور ادنیٰ کے الفاظ جو استعمال ہوئے ہیں وہ آسمانی رزق اور دنیوی اشیائے خور و نوش کا فرق ظاہر کرنے کے لیے ہیں، ورنہ یہ آیت ہمیں تفصیل سے بتلاتی ہے کہ حیات انسانی کے لیے جن اجزاء کی ضرورت ہے وہ جائز طور سے مندرج اشیاء میں موجود ہیں۔ یہ مسلم اطباء کا کام ہے کہ وہ صحت اور اشیائے خوردنی [dietetics] کے نقطہ نظر سے غذا اور پرہیز کا تعین کریں۔ اسی سورۃ کی ۵۸ نمبر کی آیت میں بتایا گیا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ مطلوبہ رزق حاصل کرنے کے لیے شہر کو جاؤ اور حطّہ کہتے ہوئے شہر میں داخل ہو۔ لیکن مفسرین کے قول کے مطابق یہ ظالم حطّہ کے بجائے حنطّہ کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے، جس کے معنی گیہوں کے ہوتے ہیں۔ گیہوں انسان کے لیے خاص غذا ہے۔ اس میں نشاستہ [starch] کی خاصی مقدار ہے، جو حرارے [calories] پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے۔

مذکورہ آیت میں جائز غیر حیوانی اشیاء کا ذکر ہے۔ حیوانی اشیاء کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، جس کے جواز میں کچھ شرائط عائد کی گئی تھیں، لیکن چونکہ سمندری سفر میں راستہ کم کر بیٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ایسے حالات میں کسی

شرط کی پابندی ممکن نہیں ہوتی، اس لیے تمام سمندری شکار حلال کر دیے گئے۔ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے، تمہارے فائدے کے واسطے اور مسافروں کے واسطے۔ [۳۷]

یہی بات ایک دوسری جگہ کہی گئی ہے، ملاحظہ ہو:

ترجمہ: اور دریا بھی اسی نے تمہارے بس میں کر دئے ہیں کہ تم اس میں سے [نکلا ہوا] تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پینے کے زیورات نکال سکو۔ [۳۸]

سمندری غذاؤں میں dietary elements بہت زیادہ ہوتے ہیں، اسی لیے بعض امراض میں انہیں خصوصیت سے استعمال کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ سورۃ الرحمن میں اللہ تعالیٰ سمندروں کے ذیل میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں۔ [۳۹]

لولو اور مرجان کا استعمال دواؤں میں کس کثرت سے ہوتا ہے، اس سے اطباء بخوبی واقف ہیں۔

یہاں تک تو سبزیوں اور اناج کے علاوہ خشکی اور تری کی حیوانی غذاؤں کا ذکر تھا، اسی کلیہ کے مطابق تخصیص کی تعمیم کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے، فضائی پرندوں اور زمینی درندوں میں حرمت کی نشان دہی کی ہے:

ترجمہ: رسول ﷺ نے انسان کا سرہ والے درندوں اور چنگل والے پرندوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

اس کا سبب مولانا مودودیؒ نے یہ بتلایا ہے:

’اس مقام پر یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں حلال و حرام کی جو قیود شریعت کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں ان کی اصل بنیاد ان اشیاء کی طبی فوائد یا نقصانات نہیں ہوتے، بلکہ ان کے اخلاقی فوائد و نقصانات ہوتے ہیں‘۔

کیا اخلاق کا تعلق انسانی صحت کے ساتھ نہیں ہے، یہ طے کرنا اطباء کا کام ہے علمائے اخلاق کا نہیں ہے۔ جس طرح سور کا گوشت کھانے والوں میں بے حیائی عام ہے ویسے ہی شکاری پرندوں اور درندوں کا گوشت کھانے والوں میں درندگی کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شہد کے بارے میں فرمایا ہے:

ترجمہ: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر الہام کیا کہ پہاڑوں میں

اور درختوں میں اور چھتوں میں جن کو لوگ بلند کرتے ہیں چھتے بنا، پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہمواری گئی راہوں پر چل۔ اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا ایک مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ یقیناً اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ [۴۰]

یہ آیات ہمیں بتلا رہی ہیں کہ شہد کی بہت سی قسمیں ہیں۔ علاقہ، زمین، آب و ہوا، ماحول اور کھادوں کے فرق سے تمام قسم کی ادویہ میں فرق واقع ہوتا ہے۔ مسلمان حکماء کی ذمہ داری ہے کہ اس ذیل میں تحقیق [research] کریں۔ شہد کی پیداوار قدرتی جگہوں کے علاوہ مصنوعی طور سے بنائی گئی ٹیپوں پر بھی ہوتی ہے۔ ان ٹیپوں پر تیار شدہ مصنوعی شہد [apiary honey] دوائی خواص [therapeutic value] میں اصلی شہد سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ شہد کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، جن کے خواص الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ اطباء کا کام ہے کہ شہد کی مختلف اقسام کے غذائی اور دوائی خواص کا پتہ لگائیں۔ بعض اقسام کے شہد کا استعمال ذیابیطس کے مرض میں بھی جائز ہے۔ آنکھوں کے لیے نیم کے درخت کا شہد مفید ہے۔ قوت کی تاثیر کے علاوہ سرکہ کی طرح یہ اشیاء اور ادویہ کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک بہترین عامل [preservative] ہے، جوارشات، اطریفلات اور معاجین کی تیاری میں اس کا استعمال معمولات میں شامل ہے۔ کسی بھی انگریزی کیمیکل میں تحفظ کی یہ قوت نہیں ہے۔ شہد کے فوائد بے شمار ہیں۔ استعمال کے ایک مریض کے لیے رسول کریم ﷺ نے شہد کا نسخہ تجویز فرمایا تھا، جس کا اثر ایک خاص مقدار میں جسم کے اندر داخل ہونے کے بعد ہوا۔ طب میں اسے cumulative effect کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقدار خوراک بھی قابل تحقیق عنصر ہے۔ شہد کی جو قسمیں ذیابیطس کے مرض میں استعمال کی جاسکتی ہیں ان کا علم بغیر تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی عود ہندی، مشک نیپالی، اسگندنا گوری، شب یرمانی اور نمک لاہوری وغیرہ میں مقام پیدائش کی تخصیص و تعیین کیوں کی گئی ہے؟ یہ بلا غور کیسے معلوم ہو سکے گا؟

احادیث میں علم العلاج کے تعلق سے بہت سی تفصیل آئی ہیں اور بہت سے معالجاتی طبی طریقوں کا بیان ہے، جس میں عملِ جامت بھی شامل ہے۔ اسی وجہ سے طبِ نبوی کے عنوان سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان

میں سے معتبر ترین علامہ ابن قیم کی 'طب نبوی' ہے۔ چونکہ یہ مقالہ صرف قرآن میں طبی اشارات پر محدود ہے، اس لیے حدیثی تفصیلات سے گریز کیا جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے اوپر جنون کے الزامات عائد کیے گئے۔ قرآن کریم میں کم از کم دس جگہ اس الزام کا تذکرہ ہے۔ سورۃ التکویر میں ہے:

ترجمہ: اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔ [۴۱]

مزید آیات کے لیے دیکھئے: الحجر: ۶، الشعراء: ۲۷، الصافات: ۳۶، الدخان: ۱۴، الذاریات: ۵۲، ۳۹، الطور: ۲۹، القمر: ۹، القلم: ۵۱، ۳۰۔ لیکن اہالیان مغرب کے بے حیا محققین کے برخلاف اہل عرب کم از کم خود سمجھتے تھے کہ یہ الزام رسول کریم ﷺ کے خلاف ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ جنون ایک دماغی مرض ہے۔ اس کی مخصوص علامات ہوتی ہیں۔ جس طرح آپ کے مرض الموت کی تحقیق باقی ہے کہ وہ بخار کون سا تھا، جس کی شدت اور الم رسول گرامی ﷺ کے اوپر بہت شاق تھی [اغلباً یہ بخارجی تیفیوڈیہ [typhoid fever] تھا]۔

انسان کی نفسیات میں اعزہ و اقرباء اور مال و دولت نیز کاروبار کی محبت شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محبت کو صحیح رخ عطا فرمایا ہے۔ سورۃ النبأ میں اللہ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا [۴۲]۔

اس جوڑے کی غرض و غایت سورۃ النساء میں بیان ہوئی ہے:

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔ [۴۳]

انسان کو بالطبع جن کی محبت ہو کرتی ہے۔ اللہ کا دین اسے قبول کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کا حق رکھا ہے اور ذوی الارحام کو وراثت میں سے بھی حصہ دلویا ہے۔ سورۃ التوبہ کی اس آیت میں اہل قرابت کی نفی نہیں ہے، بلکہ متنبہ کیا گیا ہے کہ مبادا ان کی محبت اللہ اور رسول کی محبت پر غالب نہ آجائے۔

وسوسوں کا تعلق بھی انسان کی نفسیات سے ہے۔ یہ وسوسے کبھی خود سے پیدا ہوتے ہیں، جو دراصل شیطان کا فعل ہوا کرتا ہے۔ کبھی لوگ بھی اپنی شیطانی حرکتوں یا خباثت نفس سے لوگوں کو وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں۔

انسان ایک بار وسوسوں میں جب مبتلا ہو جاتا ہے تو اس سے چھٹکارا پانا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات اس کا علاج کرنے سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج 'تعوذ' بتایا ہے یعنی 'اللہ سے پناہ طلب کرنا' ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا

ہوں، لوگوں کے مالک کی [اور] لوگوں کے معبود کی [پناہ میں]

وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔ [۴۴]

وسوسہ بار بار اور رہ کر آتا ہے، اسی لیے اسے خناس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے:

ترجمہ: یقین رکھو کہ اللہ کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ [۴۵]

موسموں کا تغیر اللہ کی نشانیوں اور اس کی رحمت کا مظہر ہے۔ اگر یہ تغیر نہ ہو تو انسان کی زندگی محال ہو جائے۔ مملہ کے لوگ گرمی اور سردی کے موسموں کا فائدہ اپنے سفر میں حاصل کرتے تھے۔ تجارت کے لیے وہ گرمیوں میں شام کا سفر اور سردیوں میں یمن کا رخ کیا کرتے تھے۔ اسی کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے

ترجمہ: قریش کے مانوس کرنے کے لیے [یعنی] انہیں جاڑے اور

گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے لیے۔ [۴۶]

موسموں کے تغیر سے اخلاط اربعہ میں اختلال واقع ہوتا ہے۔

نظیر اکبر آبادی کا مصرعہ ہے۔

ع: سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب۔

سورۃ قریش کی یہ آیات اختلاف موسم کے ساتھ اختلال اخلاط کی تحقیق کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

خلط اور مزاج کا فلسفہ تو یورپ میں حالیہ زمانے تک رائج تھا۔ مشہور انگریزی شاعر چاسر [۱۴۰۰ء—۱۳۴۰ء Geoffrey Chaucer] نے اپنی ایک نظم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اللہ کا دین چونکہ ہر ملک اور ہر زمانہ کے لیے ہے، اس لیے اسلام نے ماہ و سال کو قمری تقویم سے جوڑ کر نسی [leap month] کو حرام کر دیا ہے، تاکہ مکتوبہ عبادات مختلف ممالک میں باری باری ہر موسم میں انجام دی جاسکیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے۔ اس سے وہ

لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں، جو کافر ہیں۔ ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں۔ [۴۷]

نسی کی اہل عرب میں دو شکلیں رائج تھیں، ایک تو دشمن سے جنگ کی خاطر حرمت والے مہینوں کو حلال کر لیتے تھے اور پھر تعداد پوری کرنے کے لیے عام مہینوں کو حرمت والا قرار دے لیتے تھے، دوسری چیز کبیسہ کا عام طریقہ تھا، جس سے ہر تین سال میں ایک مہینہ کا اضافہ کر کے قمری مہینوں کو شمسی مہینوں کے برابر کر لیتے تھے۔ اس طرح ہر تین سال میں ایک سال تیرہ مہینوں کا ہو جاتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کی آیت میں صاف فرما دیا تھا:

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے۔ ان میں چار حرمت وادب کے ہیں۔ [۴۸]

رسول اکرم ﷺ نے بتایا کہ حجۃ الوداع والے سال میں دن اور رات کی گردش ٹھیک اس تقویم پر آگئی تھی، جس پر اللہ تعالیٰ نے اول روز اسے پیدا کیا تھا۔ اگر اسلامی احکام قمری تقویم پر مبنی نہ ہوتے تو دیگر مذاہب کے تہواروں کی طرح اسلامی عبادات بھی ہر جگہ ایک ہی موسم میں ادا کرنے پڑتے، جس کا اثر ان کی صحت پر لازمی طور سے پڑتا۔ اس میں عقل اور دانش والوں کے لیے تذکیر کا پہلو ہے۔

نیند سے سکون حاصل ہوتا ہے اور سکون حاصل ہونے سے نیند آنے لگتی ہے، اس کا اشارہ ہمیں جنگ بدر کے موقع پر ملتا ہے، جس کا بیان سورۃ الانفال میں ہے:

ترجمہ: اور یاد کرو وہ وقت [جب وہ تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا کہ اس کی طرف سے تسکین کا سامان تھا۔] [۴۹]

ایسے ہی غزوہ احد کے موقع پر بھی ہوا تھا، جس کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۴ میں ہوا ہے۔

انسانی عمر کے مختلف مراحل ہیں، جن کا ذکر سورۃ الحج کی پانچویں آیت کے ذیل میں آچکا ہے۔ سورۃ النحل میں بھی ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے تم سب کو پیدا کیا ہے، وہی پھر تمہیں فوت کرے گا۔ تم میں سے ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے

جاتے ہیں کہ بہت کچھ جانے بوجھنے کے بعد بھی نہ جائیں۔ [۵۰]
عمر کے اضافہ کے ساتھ ان تبدیلیوں کو روکنے کی قدرت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ عمر کے ان مراحل میں بعض بیماریاں جو انسان کو لاحق ہوتی ہیں، ہمارا تجربہ ہے کہ وہ علاج سے بھی نہیں جاتیں۔ اہالیان ثروت اپنی تشفی کے لیے خواہ کچھ بھی کر لیں۔ ایسے ہی موت کا بھی کوئی علاج نہیں ہے، ارشاد باری ہے:

ترجمہ: ہر نفس کو موت کا ڈانڈہ چکھنا ہے [۵۱]

ایسے ہی موت اور نیند کے رشتہ کو بھی سورۃ الزمر میں بیان کیا گیا ہے۔ نیند کو اللہ نے موت سے تشبیہ دی ہے، جیسا کہ سورۃ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں، ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ [۵۲]

سورۃ الانعام میں یہی بات اس طرح کہی گئی ہے:

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو [ایک گونہ] قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے، پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے، تاکہ میعادِ معین تمام کر دی جائے۔ پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے۔ [۵۳]

ان تمام آیات کا تعلق جس طرح زندگی کے معاملات سے ہے، ویسے ہی علم طب کے مبادیات سے بھی ہے، تاکہ مراحل زندگی میں جامع ہدایات کی طرف وہ رہنمائی کا کام انجام دے سکیں۔ اللہ کے قانون میں نیند بھی موت ہی کی ایک شکل ہے، جیسا کہ مذکورہ آیتوں سے واضح ہوا۔ اس کا تجربہ بعض مخدرات اور منومات کے غیر طبی مقدار استعمال کی وجہ سے خودکشی اور قتل کے بعض معاملات میں آئے دن ہوتا رہتا ہے اور موت تو وہ حقیقت ہے کہ انبیاء کرام تک کو اس سے مفر نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

ترجمہ: یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ [۵۴]

موت کا ذکر قرآن میں بے شمار جگہوں پر آیا ہے، تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جان ہماری اپنی ہے اور ہمیں اس بات کا حق ہے کہ اگر اس کی افادیت ختم ہو جائے تو خودکشی کر لیں۔ لیکن قرآن نے

انسانی جان کو محترم ٹھہرایا ہے۔ یہ اللہ کی امانت ہے اور کسی شخص کو یہ سمجھنے کا حق نہیں کہ اس کی جان کی افادیت ختم ہو چکی ہے، اس لیے اسے اپنی جان کے لیے اپنے [خودکشی کرنے] کا اختیار ہے، واضح ارشاد ہے:

ترجمہ: اور خود سے اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ [۵۵]

بنی اسرائیل کے بعض تعزیری قوانین کو برقرار رکھتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد

چانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ [۵۶]

خود کو سزا دینا بھی اس آیت کے مقصد میں شامل ہے۔ فی زمانہ خودکشی

کا عمل عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا سبب کسی نہ کسی سبب سے نفسیاتی دباؤ ہے، جو عام طور سے جدید طرز زندگی کی دین تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں تک روح کا سوال ہے؟ اس کی کنہ اور حقیقت کو کبھی کوئی نہیں پاسکا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ آپ

جواب دے دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ [۵۷]

واضح رہے کہ بعض مفسرین نے روح سے مراد روح القدس یعنی

حضرت جبریل علیہ السلام کو لیا ہے۔ روح نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے، نہ ہی اسے کوئی روک سکتا ہے کہ آدمی موت سے اپنے کو بچا سکے۔ اس بارے میں اللہ کا واضح فرمان ہے:

ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں

میں ہو۔ [۵۸]

سائنس نے خواہ کتنی ہی ترقی کر لی ہو، نہ تو وہ روح کی حقیقت کو جان

سکی، نہ ہی موت پر قابو پاسکی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ جان ہماری اپنی ہے اور اسے ختم کرنے یا باقی رکھنے کا اختیار ہمیں حاصل ہے ایک خیال باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو بار بار موت کی یاد دلاتا ہے، تاکہ اسے نصیحت ہو۔

فرماتا ہے:

ترجمہ: ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر اس کے بعد تمہیں ہماری

طرف پلٹنا ہے۔ [۵۹]

اس کی ایک قسم اجتماعی موت ہے۔ یہ موت بطور سزا پوری پوری قوم کو

دی جاتی ہے۔ قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم شعیب، قوم لوط اپنے اجتماعی جرائم کی پاداش میں ہلاک کر دی گئیں اور انہیں نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم کے پاپ کا گھڑا بھر جاتا ہے تو اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے اس کا ایک پیمانہ ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کب اس کا وقت آتا ہے۔ اس وقت میں نہ لمحہ بھر تقذیم ہوتی ہے اور نہ تاخیر۔ قانون الہی ہے:

ترجمہ: ہر امت کے لیے ایک معین وقت ہے، جب ان کا وہ معین

وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک

سکتے ہیں۔ [۶۰]

حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہاں طاعون آ جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ احادیث میں جن اجتماعی گناہوں پر مخصوص اجتماعی سزا دی گئی، ان پر تحقیق کی جائے۔ مخصوص اجتماعی گناہ جملہ ماحولیات پر کیا اثر ڈالتے ہیں؟

موت ایک ناگزیر حقیقت ہے، لیکن مرنے کے بعد اسے زمین میں دفن کرنے کا حکم ہوا، تاکہ آگ، ہوا یا پانی میں اسے ڈالنے سے فضا آلودہ نہ ہو۔ دفن کرنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے ایک کوءے کے ذریعہ انسان کو سکھایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے اولین بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو وہ حیران تھا کہ اس کی نعش کو کیا کرے۔ اس موقع پر جو رہنمائی ہوئی، اس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے:

ترجمہ: پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا، جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے

بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح چھپائے۔ [۶۱]

انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے، اسی لیے اسے مٹی ہی میں ملایا جائے گا اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اسی مٹی سے اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا:

ترجمہ: اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر

واپس لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا

کریں گے۔ [۶۲]

یہ حقیقت ہے کہ قرآن حکیم طب و سائنس کی کتاب نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کو اُم العلوم اور اُم الکتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حوالہ جات

- ۱- الانبیاء: ۳۰
- ۲- المؤمنون: ۱۲
- ۳- القصص: ۳۷ تا ۳۹
- ۴- الحجرات: ۸
- ۵- الاعراف: ۱۸۹
- ۶- الروم: ۲۱
- ۷- الحديد: ۲۷
- ۸- الاعراف: ۱۸۹
- ۹- البقرہ: ۲۲۳
- ۱۰- البقرہ: ۲۲۲
- ۱۱- بنی اسرائیل: ۳۱
- ۱۲- الانفال: ۱۲
- ۱۳- النور: ۳۲
- ۱۴- القصص: ۳۷ تا ۳۹
- ۱۵- العلق: ۲
- ۱۶- المؤمنون: ۱۲ تا ۱۴
- ۱۷- الحج: ۵
- ۱۸- البقرہ: ۲۳۳
- ۱۹- الاحقاف: ۱۵
- ۲۰- الشعراء: ۸۰
- ۲۱- التباہ: ۱۱ تا ۱۱
- ۲۲- النور: ۵۸
- ۲۳- البقرہ: ۱۸۵
- ۲۴- النساء: ۲۳
- ۲۵- ملاحظہ ہو البقرہ: ۱۹۶
- ۲۶- الانعام: ۱۲۰
- ۲۷- المائدہ: ۳
- ۲۸- البقرہ: ۲۱۹
- ۲۹- المائدہ: ۹۱
- ۳۰- الانعام: ۹۵
- ۳۱- النحل: ۱۱
- ۳۲- الانعام: ۹۹
- ۳۳- تین: ۱
- ۳۴- التباہ: ۱۶ تا ۱۴
- ۳۵- عبس: ۲۴ تا ۳۲
- ۳۶- البقرہ: ۶۱
- ۳۷- المائدہ: ۹۶
- ۳۸- النحل: ۱۴
- ۳۹- الرحمن: ۲۲
- ۴۰- النحل: ۶۸، ۶۹
- ۴۱- التکویر: ۲۲
- ۴۲- النبا: ۸
- ۴۳- النساء: ۱
- ۴۴- الناس: ۶ تا ۶
- ۴۵- الرعد: ۲۸
- ۴۶- قریش: ۱
- ۴۷- التوبہ: ۳۷
- ۴۸- التوبہ: ۳۶
- ۴۹- الانفال: ۱۱
- ۵۰- النحل: ۷۰
- ۵۱- آل عمران: ۱۸۵، العنکبوت: ۵۷
- ۵۲- الزمر: ۴۲
- ۵۳- الانعام: ۶۰
- ۵۴- الزمر: ۳۰
- ۵۵- البقرہ: ۱۹۵
- ۵۶- المائدہ: ۳۲
- ۵۷- بنی اسرائیل: ۸۵
- ۵۸- النساء: ۷۸
- ۵۹- العنکبوت: ۵۷
- ۶۰- یونس: ۴۹
- ۶۱- المائدہ: ۳۱
- ۶۲- طہ: ۵۵



شفاء الدولہ حکیم سید افضل علی

☆ پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن

کے علاوہ مسیح الدولہ حکیم مرزا علی حسن خاں [وفات ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء] جیسے یگانہ عصر طبیب سے نہ صرف نظری تعلیم، بلکہ مطب کے رموز و نکات سیکھے اور ایک عرصہ ان کے ساتھ مطب میں بیٹھ کر معالجہ میں شہرت اور ناموری حاصل کی۔ انہیں لکھنؤ کے نامور طبیب حکیم مرزا محمد علی نباسے بھی تلمذ کا موقع ملا تھا۔

حکیم مرزا علی حسن خاں، لکھنؤ کے گرامی منزلت طبیب تھے۔ مسیح الدولہ، سلطان الحکماء اور حیوۃ الملک جیسے شاہی خطابات سے مفتخر لکھنؤ کے ایک بڑے خانوادہ طب سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ شاہی شفا خانہ جسے نصیر الدین حیدر نے ۱۸۳۲ء میں قائم کیا تھا، طبیب اعلیٰ رہے۔ ان کے صاحبزادے حکیم مرزا مظفر حسین [وفات ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء] صاحب درس افادہ اور کامیاب معالج و مصنف تھے۔ تاریخ حسینہ ان کی مشہور کتاب ہے۔ حکیم مظفر حسین خاں کے بیٹے حکیم مرزا نظیر حسن خاں بھی اپنے زمانہ کے معروف طبیب تھے۔ ان کا بڑا ذاتی کتب خانہ تھا۔ اس کے باقیات ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مسیح الدولہ کے توسل سے حکیم افضل علی کو واجد علی شاہ کے دربار میں باریابی کا موقع ملا۔ جلد ہی بادشاہ کی عنایات خاص کے مورد بنے اور تقرب سلطانی حاصل ہوا۔ تاج الاطباء، خلاصۃ الحکماء، ذکاء الملک، شفاء الدولہ، مدبر جنگ، نواب اور خان بہادر کے خطابات سے نوازے گئے۔ بادشاہ کی طرف سے جو انگوٹھی انہیں عطا کی گئی تھی، اس پر ان کا مسموع ”دست ید اللہ شفاء الدولہ“

اودھ میں جہاں ہر علم و فن کے بے شمار ماہرین اور اصحاب کمال جمع تھے، وہاں طب میں حکیم ارشد شفا فی خاں، حکیم مرزا بچھو، حکیم علی شریف، حکیم الملوک حکیم مرزا علی خاں، منتظم الدولہ حکیم مرزا مہدی، حکیم محمد علی اصم، مسیح الدولہ حکیم مرزا علی حسن خاں، حکیم امام بخش، حکیم محمد یعقوب، حکیم طبیب الدولہ، حکیم مرزا محمد علی نباس، حکیم پناہ علی جیسے اطباء حاذقین کے درمیان ایک ممتاز شخصیت شفاء الدولہ حکیم سید افضل علی کی تھی۔

حکیم سید افضل علی، سید اکبر علی رضوی کے صاحبزادہ تھے۔ فیض آباد میں ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء کے آس پاس پیدا ہوئے۔ ان کا گھر انہ فیض آباد کے ذی علم گھرانوں میں تھا۔ ان کے اجداد امام علی رضا کے روضہ، مشہد کے کلید بردار تھے۔ محمد شاہ کے عہد میں ہندوستان پہنچے۔ محسن الدولہ بہادر اور حکیم علوی خاں سے رشتہ داری کا سلسلہ تھا۔ دہلی سے یہ خاندان فیض آباد منتقل ہوا، جو اس زمانہ میں اودھ کا دارالسلطنت تھا۔

حکیم افضل علی نے فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم فیض آباد میں حاصل کی۔ طب کی تعلیم بھی شروع ہو گئی تھی، حکیم علی افضل خاں ان کے طب کے استاد تھے۔ اعلیٰ تعلیم کی خاطر لکھنؤ کا رخ کیا، وہاں ہر قسم کے لائق اساتذہ موجود تھے۔ لکھنؤ میں درسیات کی تحصیل میں انہوں نے بڑا وقت صرف کر کے مولانا دلدار علی کے صاحبزادہ مولانا سید حسین مجتہد اور دوسرے علماء سے متداول درسی کتابوں کی تکمیل کی۔ حکیم مرزا غازی الدین [وفات ۱۸۴۱ء]

☆ ابن سینا اکیڈمی، دودھ پور، علی گڑھ

کندہ تھا۔ لکھنؤ میں شفاء الدولہ کا قیام اس محل سرا میں تھا، جو بعد میں اصغر علی محمد علی تاجران عطر کی کوٹھی حنا بلڈنگ کہلائی۔ ان کے نواسہ مرزا جعفر حسین کے بیان کے مطابق ۱۹۲۶ء تک یہ محل سرا اپنی اصل حالت میں برقرار تھی۔

انتزاعِ سلطنتِ اودھ کے بعد واجد علی شاہ کے ساتھ مسیح الدولہ کی طرح حکیم افضل علی بھی شاہ کے طبیب کی حیثیت سے کلکتہ گئے۔ یہ شاہی قافلہ ۷ رمضان ۱۲۷۲ھ/۱۲ مئی ۱۸۵۶ء کو دو ماہ کے طویل سفر کے بعد کلکتہ پہنچا تھا۔ واجد علی شاہ نے اپنی مثنوی 'حزنِ اختر' میں اور شفاء الدولہ نے اپنی خودنوشت 'قصہٴ عبرتِ مزمل و حشت' میں اس کی تفصیل درج کی ہے۔ شفاء الدولہ کے لیے کلکتہ کی فضا ناموافق ثابت ہوئی۔ سال بھر سے پہلے ہی وہ لکھنؤ واپس چلے گئے۔ بادشاہ کو خیال ہوا کہ انہوں نے بیماری کو بہانہ بنایا ہے اور وہ ان سے آزر دہ خاطر ہوئے۔ ناراضگی کی اطلاع سن کر شفاء الدولہ جلد ہی کلکتہ واپس گئے، لیکن ۱۸۵۷ء ہی میں بادشاہ کی نظر بندی کے زمانہ میں وہ انہیں چھوڑ کر پھر لکھنؤ واپس چلے گئے۔ بادشاہ کو ان کے اور چند دوسرے لوگوں کے اس طرح ساتھ چھوڑ کر چلے جانے سے تکلیف پہنچی۔ اگرچہ شفاء الدولہ نے حج اور زیارتِ عتبات عالیہ کا عذر کیا، لیکن نہ صرف بادشاہ، بلکہ دوسرے لوگ بھی اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور ان کی بڑی بدنامی ہوئی۔ آغا شرف جھو نے اپنی مثنوی افسانہ لکھنؤ میں اور بادشاہ نے اپنے مجموعہ 'شیوعِ فیض' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ آغا جھو لکھتے ہیں:

رفاقت سے شہ کی پھرے بعض بعض نگاہوں سے شہ کی گرے بعض بعض
شفاء اور دولہ تھا جن کا خطاب ہوئے بیوفاؤں میں وہ انتخاب
واجد علی شاہ نے ۳۰ اشعار میں اپنی مثنوی 'شیوعِ فیض' میں ان کی بیوفائی پر اپنے شدید رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

جاں کو پیارا جان کر اے قدر داں لکھنؤ تم ہو گئے دم میں رواں
ہم کو چھوڑا قید خانہ کے لیے آپ جا پہنچے زمانہ کے لیے
سلطنت کی تھی محبت، ہو چکی مال و زر کی تھی رفاقت، ہو چکی
اب نہ میں مالک نہ تم مملوک ہو اب میرے نزدیک تم مشکوک ہو
بس خدا جو چاہتا ہے خوب ہے شکوہ اختر دہر میں معیوب ہے
اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بادشاہ سے ان کی ترکِ رفاقت اور ولی نعمت سے کنارہ کشی کا کافی شہرہ تھا اور اس کو آئینِ وفا اور آدابِ تعلق کے

بہت خلاف سمجھا گیا تھا۔ دوسرے شعراء کے علاوہ میر انیس کے شاگرد مرزا محمد زکی علی خاں زکی نے واجد علی شاہ کی مثنوی شیوعِ فیض کی تصنیف کے ۳۰ برس بعد بھی ۱۸۸۷ء میں اپنی مثنوی اختر جہاں میں گیارہ اشعار میں اس کا اظہار کیا ہے۔

مرض میں فقر کے جو بتلا تھے در دولت پر جو دستِ شفا تھے
مقید شاہ کو جو چھوڑ آئے ولی نعمت سے منہ کو موڑ آئے
حقِ منعم کو صد افسوس کھویا شفا کی خاں کے قانون کو ڈویا
کہاں فیاض اب سلطان ملے گا کہ فیض آباد میں جا گیر دے گا
کلکتہ سے واپسی پر شفاء الدولہ فیض آباد میں مقیم ہوئے، جہاں ان کی واجد علی شاہ کی عطا کردہ بڑی جاگیر تھی۔ فیض آباد میں انہوں نے بہت عالی شان قلعہ نما محل سرا موسومہ 'موتی مسجد' میں امیرانہ زندگی بسر کی۔ ان کی ڈیوڑھی قدیم خاندانی رؤسا کی طرح شان و شوکت کا نمونہ تھی اور فیض آباد کے اس دور کے معاشرہ میں انہیں بہت بلند مرتبہ حاصل تھا۔ وہاں ان کے مطب و معالجہ کا سلسلہ قائم تھا۔ فیض آباد کے سول سرجن ڈاکٹر جے کیمرن سے تعلق خاطر کے تحت انہوں نے باقاعدہ ایلوپیتھی کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی اور ڈاکٹر جے کیمرن کے ایما سے 'جامع شفا سیہ' جیسی کتاب لکھی، جس میں یونانی نظریات کی غلطیوں اور جدید طبی تحقیقات کا تذکرہ کیا ہے۔

شفاء الدولہ کے نواسہ مرزا جعفر حسین نے اپنی خودنوشت 'کشمکش حیات' میں شفاء الدولہ کی شاہانہ زندگی اور ان کے معمولات کا نقشہ پیش کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ایک منکوحوہ اور آٹھ ممتوحوہ محلات سے تین بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ اس کتاب سے ایک علاحدہ کمرہ میں آراستان کے کتب خانہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔

شفاء الدولہ نے جس بول میں دودن بتلارہ کر ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ فروری ۱۹۰۲ء کو وفات پائی۔
قطعہ تاریخ وفات:

گشت رنجور چناں از مرض جس لبول کہ بہ فردوس بشتد جائے شفاء الدولہ
فی الملل بود مسجائے زمانہ لیکن عاجز از موت شدہ وائے شفاء الدولہ
بیر مسعود نے مختلف بیانات کی تحقیق و تنقیح کے بعد سال ولادت ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء کے آس پاس اور وفات کے وقت ان کی عمر ۸۲ برس کے

قریب لکھی ہے۔ شفاء الدولہ حج و زیارت سے فیضیاب ہوئے تھے۔

ان کے ایک نواسہ حکیم سید حسن عسکری سے طبی سلسلہ جاری رہا۔ ان کے ایک اور نواسہ مرزا جعفر حسین نے جہاں لکھنؤ کی تہذیب و روایات کو ایک خاص انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، وہاں شفاء الدولہ کے حالات بالخصوص فیض آباد میں ان کی امیرانہ زندگی کی شاندار تصویر کشی کے ذریعہ اس زمانہ کے امراء کی معاشرت کی عکاسی کی ہے۔

حکیم افضل علی نے لکھنؤ اور فیض آباد میں اپنی مسیحا نفسی اور کامیاب مطب کے ذریعہ بڑی شہرت اور معاصرین میں امتیاز پیدا کیا۔ معالجہ امراض میں وقت گزارنے کے ساتھ انہوں نے مسائل علمیہ میں غور و تامل سے کام لیا اور اہل علم و فن سے مذاکرات کیے۔ تنقیدی مطالعہ کے دوران ان پر بعض طبی غلطیاں آشکار ہوئیں اور متقدمین کی کتابوں سے ان کی تشفی نہیں ہوئی۔ بالخصوص اسباب امراض میں یونانی نظریات سے وہ ہم آہنگی نہیں پیدا کر سکے۔ انہیں مغربی طب کے مطالعہ کا شوق دامن گیر ہوا۔ خوش قسمتی سے فیض آباد کے سول سرجن جان کیمرن ایم ڈی کے ربط میں انہیں آنے کا موقع ملا اور انہوں نے خود کو جدید طبی معلومات سے بہرہ مند کیا۔ ڈاکٹر جان کیمرن جو بڑے علم دوست اور اردو، فارسی کا سترہ اذوق رکھتے تھے، ان کے لیے بچہ مددگار ثابت ہوئے۔ حکیم صاحب نے ان سے نہ صرف ایلوپیتھی کی واقفیت بہم پہنچائی، بلکہ مغربی فنی معلومات کی روشنی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ علمی و تصنیفی کاموں کی وجہ سے عہد شاہی یا اس کے قریبی زمانہ کے لکھنؤی اطباء میں انہیں خاص مرتبہ حاصل ہے۔ غیر مطبوعہ کتابوں کے علاوہ درج ذیل تصانیف ان کی یادگار ہیں:

۱- جامع الاصول:

۲- رسالہ جُمعہ الواقیہ لسہام الامراض الوبائیہ: وبائی امراض اور خاص طور پر ہیضہ و بائی کے بارے میں متقدمین اور ذاتی تجربات کی روشنی لکھا ہے۔ ہیضہ و بائی پر ان سے پہلے اس تفصیل سے کوئی دوسرا رسالہ نہیں لکھا گیا تھا۔ یہ فارسی رسالہ پہلی مرتبہ مطبوع کنز العلوم سے بعد میں دوبار مطبوع اودھ اخبار، لکھنؤ اور اس کے بعد اس کی شاخ کانپور سے ۱۸۹۰ء میں چھپا ہے۔

۳- بیان العرفان [عربی]: یہ ان کی ایک غیر مطبوعہ طبی کتاب ہے۔ سلطان المدارس لکھنؤ میں اس کا ۱۸۵۶ء کا خطی نسخہ موجود ہے۔

۴- تدبیر الغریق:

۵- تلخیص الیمان: یہ بیان العرفان کا خلاصہ ہے۔ یونانی اور انگریزی

مفرد ادویہ کے بیان میں ہے۔

۶- رسالہ فی استخراج المزاج المركب من الادویہ: عربی میں ہے۔

نول کشور، لکھنؤ سے چھپا ہے۔

۷- تذکرہ شفا سیہ [فارسی]: یہ کتاب ایلوپیتھی میٹریا میڈیکا کے بیان

میں ہے۔ اس میں برٹش فارما کوپیا کی سب دوائیں شامل ہیں۔ اس کی ترتیب کسی حد تک گیروڈ [Garod] کی میٹریا میڈیکا کے انداز پر ہے۔ ڈیڑھ لاکھ الفاظ پر مشتمل یہ کتاب حکیم سید ابوالبراہیم فیض آبادی کی سعی و تبحر سے مطبوعہ غنچہ کشمیر، فیض آباد سے چھپی ہے۔ اس کا بڑے سائز کا ۴۹۰ صفحات پر مشتمل ایک ایڈیشن مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ سے بھی چھپا ہے۔

تذکرہ شفا سیہ ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں متعدد فصلیں

ہیں۔ آخری باب اوجاع اعضاء طرفیہ کے بیان میں ہے۔ وضاحت کے خیال سے اس میں بعض خاکے شامل ہیں۔ تلوین جنین کے مراحل بھی خاکہ کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر کیمرن اور حکیم سید افضل علی کی تصاویر دی گئی ہیں۔ کتاب میں امراض وادویہ کے جو عربی و فارسی نام آئے ہیں، ان کے انگریزی مترادفات شروع میں انگریزی رسم الخط میں درج کیے گئے ہیں۔ فہرست اسماء ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حکیم افضل علی کو ان کے شاہی خطابات تاج الاطباء، خلاصۃ الحکماء، ذکاء الملک، سیادت پناہ سے یاد کیا گیا ہے۔

حکیم سید ابوالبراہیم [ابن مولوی سید مہدی بن مولوی سید محمد] مؤلف

کے نائب اور لائق شاگرد تھے۔ انہوں نے حکیم شفاء الدولہ سے نہ صرف عربی زبان میں طب کی قدیم کتابیں پڑھی تھیں، بلکہ طب مغربی کے لیے حکیم شفاء الدولہ کی کتابیں جامع الاصول، طبق الحکمت، اور خود جامع شفا سیہ بھی تمام وکمال پڑھی تھی۔ شفاء الدولہ نے انہیں یونانی اور ایلوپیتھی دونوں طریقوں میں علاج کی سند عطا کی ہے۔ عربی اور فارسی زبان میں عطا کردہ یہ سندیں شامل کتاب ہیں۔

۸- طبق حکمت: یہ تذکرہ شفا سیہ کا ایک باب ہے، جس میں اغذیہ اور

ان کی مختلف اقسام کا بیان ہے۔

مشتمل ہے۔ کہیں کہیں یونانی دواؤں کے نام بھی آئے ہیں۔ دیباچہ میں اگرچہ لکھا ہے کہ کتاب کی تحریر کا مقصد علم سابق کا ابطال نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ اسبابِ امراض اور تشخیص میں جو غلطیاں ہیں، وہ ختم ہوں اور جن امراض کا قدیم طبی کتابوں میں ذکر نہیں ہے، ان کا اضافہ کیا جائے، لیکن طب کے مبادیات اور اخلاط و مادہ کے نظریہ کو یکسر مسترد کیا گیا ہے۔ اس کی پیش کردہ بعض معلومات تاریخی نوعیت سے بھی دلچسپ ہیں، مثلاً مایخو لیائے مرقی کے ذیل میں لکھا ہے کہ جالینوس کے نزدیک یہ خلطِ اسود یعنی صفرائے سیاہ سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اس نے اس کا نام مایخو لیا رکھا۔ مالی بمعنی سیاہ اور خولیا بمعنی صفر۔ اور فی الواقع یہ مایخو لیا کی ایک قسم ہے۔ جالینوس کا یہ مقولہ انگلستان میں ایک مدت تک مقبول رہا۔ بعد میں وہاں کے ایک طبیب نے بتایا کہ یہ مرض خونِ طحال کے فساد سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اس کا نام اسپلین یعنی طحال قرار دیا اور تقریباً ڈیڑھ سو سال تک اطباء انگلستان اس رائے پر متفق رہے۔ اب تقریباً پچاس برس سے تحقیقِ کامل کے بعد ثابت ہوا کہ یہ مرض ضعفِ دماغ و اعصاب سے لاحق ہوتا ہے۔

کتاب کی جدید معلومات ڈاکٹر جے کیمرن [J. Cameron] کی فراہم کردہ ہیں۔ ترتیب کتاب، فارسی زبان میں مواد کی منتقلی اور قدیم یونانی معلومات حکیم صاحب کی پیش کردہ ہیں۔ ڈاکٹر کیمرن کی معاونت کی وجہ سے کتاب کا نام جامع شفا سیہ وافادات کیمریبیہ رکھا گیا ہے۔ کتاب میں ڈاکٹر کیمرن کا ایک سرٹیفکیٹ انگریزی اور اردو میں نقل ہے:

”تھوڑے عرصہ سے میں نواب حکیم شفاء الدولہ بہادر کے ساتھ

ایک کتاب دستورالطعام کی تالیف میں مشغول رہا ہوں۔ نواب صاحب

موصوف کی کتاب کے دیباچہ میں کیفیت آغاز تصنیف کتاب ہذا

درج ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ نواب صاحب کا ارادہ اس کتاب

کے شائع کرنے کا واسطے فائدہ و ہدایت اُن ہم پیشہ بھائیوں کے

ہے جو کہ اس طریقہ علاج امراض کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا

زمانہ حال اہالیانِ یورپ میں رواج ہے۔ یہ کتاب زیادہ تر موجز

سدیدی کی ترتیب پر لکھی گئی ہے، جو خود ایک عمدہ کتاب ہے اور اکثر

حکیموں کے ہاتھ میں رہا کرتی ہے، تاکہ دریافت کنندہ کی سمجھ میں

علاج مجوزہ کی تدابیر و نتائج آسانی سے آسکیں۔ مجھ کو یہ کہنے کی

ضرورت نہیں ہے کہ میں نے نواب حکیم شفاء الدولہ کو ایک نہایت

مستعد و محنتی فہمیدہ اور لائق مددگار پایا، جن کے ساتھ کام کرنا

۱۱- سرچشمہ حیات: ایک زمانہ میں واجد علی شاہ کو یہ خیال رہنے لگا

کہ ان کی رحلت کا وقت قریب ہے۔ ان کے اس خیال کو دور کرنے کے

لیے شفاء الدولہ نے فارسی میں یہ کتاب لکھی، جس میں بادشاہ کی طول عمر کی

علامتیں بیان کی ہیں اور ان دواؤں اور تدبیروں کو بیان کیا ہے، جو عمر کو

بڑھاتی اور گھٹاتی ہیں۔ اس میں انہوں نے عمر کو کم کرنے والی چیزوں کے

ضرر کو دفع کرنے کی تدبیریں بھی بتائی ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ

”اس طرز کی کتاب نہ کسی نے دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی“۔ یہ کتاب واجد علی شاہ

کے حکم سے مطبع سلطانی، لکھنؤ، سے ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء میں چھاپی گئی تھی۔

لیکن شفاء الدولہ کا یہ دعویٰ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ ان کی یہ کتاب درحقیقت

عہدِ بابر کے مشہور مصنف و طبیب محمد بن یوسف ہروی [وفات: ۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء]

کی عربی تصنیف ’عین الحیوۃ‘ کا فارسی چربہ ہے۔ موضوع، مضامین اور

عنوانات کی یکسانیت کے علاوہ نام بھی ترجمہ کے ذریعہ مستعار لیا ہے۔

یقینی طور پر شفاء الدولہ کے سامنے عین الحیوۃ کا وہ نسخہ رہا ہے، جو ان کے

استاد مسیح الدولہ کے ذخیرہ میں تھا اور جو اب رضا لاہوری، رامپور کی زینت

ہے۔ ہندوستان میں دستیاب اس کے چار خطی نسخوں میں سے تین نسخوں

کے موازنہ و مقابلہ سے راقم سطور نے اس کے متن کی تصحیح اور اردو ترجمہ کے

فرائض انجام دئے ہیں۔ یہ عربی متن اردو ترجمہ کے ساتھ ابن سینا کا ڈمی،

علی گڑھ سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا ہے۔

۱۲- جامعۃ الشفا سیہ وافادات کا مرئیہ:

شفاء الدولہ کی تصانیف میں سب سے مہتمم بالشان تصنیف جامعۃ

الشفایہ وافادات کا مرئیہ ہے۔ ہندوستان پر مغربی علوم کے اثرات کے

مطالعہ میں بالخصوص طب کے تعلق سے اہمیت کی حامل ۱۰۵۰ صفحات پر

مشتمل یہ ضخیم کتاب نول کشور، لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔ اس میں مغربی طب

کی روشنی میں طب یونانی کی اغلاط کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ کسی ہندوستانی

طبیب کی طرف سے ایسی پہلی کوشش ہے جس میں جدید طبی علم سے نہ صرف

استفادہ کیا گیا ہے، بلکہ اس کے اصول و کلیات اور علاج و معالجہ سے گفتگو کی

گئی ہے۔ اور قدیم یونانی نظریات کی اصلاح و تنقید کے ساتھ مغربی طب کو

فارسی میں پیش کیا گیا ہے۔ علاج کا بیان تقریباً تمام تر ایلوپیتھی دواؤں پر

درحقیقت باعث خوشی تھا۔

یہ سربٹیکٹ ۱۹ دسمبر ۱۸۷۷ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے تاریخ تصنیف پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ دیباچہ میں تاریخ تصنیف کے بطور ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء کا حوالہ ملتا ہے۔

دیباچہ کے مطابق حکیم صاحب عربی کتابوں کا مفہوم اردو میں بتاتے تھے اور ڈاکٹر کیمرن اس کے مقابلہ محققین انگلستان کی جدید تحقیق بیان کرتے تھے۔ تنقیح کے بعد لائق اعتبار اور قابل اخذ چیزوں کو حکیم صاحب قلمبند کرتے تھے۔ اس کتاب میں امراض کی ترتیب خاص کرامراض خاصہ کی عربی کتابوں کے مطابق ہے اور مطالب متاخرین انگلستان کی تحقیق کے موافق ہیں۔ ترتیب کتاب امراض راس سے امراض اذن تک شرح اسباب و علامات کے مطابق اور امراض انف سے امراض خاصہ کے آخر تک سدیدی اور قانون ابن سینا کے مطابق ہے۔ مؤلف کا کہنا ہے کہ چونکہ اس کی ترتیب اطباء طب یونانی کے موافق ہے اس لیے فی الجملہ کتاب میں مذاق طب قدیم باقی ہے اور توقع ظاہر کی ہے کہ یہ کتاب صفحہ روزگار پر فصول بقراطیہ، حاوی کبیر اور قانون وغیرہ طبی کتابوں کی طرح باقی رہے گی۔

ہندوستان میں فارسی میں ایلوپتی طریقہ علاج پر لکھی گئی یہ کتاب، سلطان سکندر لودھی [۱۲۸۸ء/۱۸۹۲ھ-۱۵۱۷ء/۱۹۲۳ھ] کے عہد کی تصنیف معدن الشفا سکندری شاہی کے انداز کی ہے، جس میں طب ہندی کو باقاعدہ فارسی میں پیش کیا گیا تھا۔

شفاء الدولہ کی کتابوں کے مضامین پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادویہ مفردہ سے انہیں خاص ذوق تھا۔ ان کے کاموں کا اصل تعلق میٹریا میڈیکا اور علم الادویہ سے ہے اور اپنے بعض بیانات کی وجہ سے ان کی معتبریت آج بھی قائم ہے اور انہیں ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک زمانہ تک یہ کتاب بہت مقبول رہی اور نول کشور پریس، لکھنؤ سے متعدد بار شائع ہوئی۔

۱۳- انارۃ البصائر وکشف السرائر: ان کی ایک قابل قدر مذہبی کتاب انارۃ البصائر وکشف السرائر، اصول دین کے موضوع پر اردو میں ایک معرکہ کی تصنیف ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر محیط اس کتاب کی پہلی جلد ۱۸۸۷ء اور آخری جلد ۱۸۸۸ء میں نول کشور سے چھپی ہے۔ کل صفحات کی تعداد ۱۲۲۸ ہے۔

۱۴- کتاب عجیب فی اخبار السید الذبیح الغریب: امام حسین کی

شہادت کی پیشین گوئیوں کے بیان میں ہے۔ مطبع اثناء عشری، لکھنؤ سے ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کو چھپی ہے۔

۱۵- کتاب فی ذکر امام:

۱۶- علم قیافہ: اس موضوع پر اردو میں زیادہ کتابیں دستیاب نہیں

ہیں۔ طبی و مذہبی موضوعات کے علاوہ انہوں نے علم قیافہ پر قلم اٹھا کر اپنی بصیرت کا اظہار کیا ہے۔ یہ رسالہ مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ سے طبع ہوا ہے۔

۱۷- قصہ عبرت مزمل وحشت: شفاء الدولہ شعر و سخن کے رسیا اور

صاحب ذوق شاعر تھے۔ انہوں نے غالباً اپنے کلام کو محفوظ کرنے کا التزام نہیں کیا۔ لیکن ان کی ۱۱۶۶ اشعار پر مشتمل سوانحی مثنوی قصہ عبرت مزمل وحشت اردو مثنویات میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی زندگی کے حالات نظم کیے ہیں اور یہ ان کی سوانح کا خاص ماخذ ہے۔ خوش قسمتی سے اس اردو مثنوی کا ۱۲۷۴ھ [۱۸۵۷ء] کا خطی نسخہ سید مسعود حسن رضوی ادیب، لکھنؤ کے ذخیرہ میں محفوظ تھا، ان کے صاحبزادہ پیر مسعود نے شفاء الدولہ کی سرگزشت کے نام سے اپنی مرتبہ کتاب کے آخر میں اس مثنوی کو شائع کیا ہے۔ اردو اکاڈمی اتر پردیش، لکھنؤ سے ۲۰۰۲ء میں اس کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔

ماخذ

- ۱- افسانہ لکھنؤ، آغا جعفر شرف، مرتبہ سید محمود نقوی، نشاط پبلی کیشنز، دہلی ۱۹۸۵ء
- ۲- تذکرہ خاندان عزیز، حکیم سید ظل الرحمن، ابن سینا اکاڈمی، علی گڑھ، ۲۰۰۹ء
- ۳- تذکرہ شفاء، حکیم سید فضل علی، نول کشور، لکھنؤ
- ۴- جامعۃ الشفاء، وافادات کا مرئیہ، حکیم سید فضل علی، نول کشور، لکھنؤ
- ۵- سلطان عالم واجد علی شاہ، سید مسعود حسن رضوی ادیب، آل انڈیا میرا اکاڈمی، لکھنؤ، ۱۹۷۷ء

۶- شفاء الدولہ کی سرگزشت، نیر مسعود، اتر پردیش اردو اکاڈمی، لکھنؤ، ۲۰۰۲ء

۷- قدیم لکھنؤ کی آخری بہار، مرزا جعفر حسین، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء

۸- کشمکش حیات، مرزا جعفر حسین، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء



ابن القف — سرجری کا دوسرا کلائمکس

☆ حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی

سرجری میں گرانقدر اضافات بھی کیے۔ انہوں نے نہ صرف نئے جرجی طریقوں کو روشناس کیا، بلکہ آلاتِ جراحی بھی اختراع کیے۔

حنین بن اسحاق العبادی [وفات: ۸۷۳ء] نے سرجری کو سائنسی بنیاد عطا کی۔ [۶] ابوالحسن بن ہبل بن طبری [۱۰۴۱-۸۵۰ء] کی کتاب فردوس الحکمت کی نوعِ رابع کے مقالہٴ یازدہم میں بقراط کے حوالے سے سرطان کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ اگر اس کا علاج کیا گیا تو مریض طویل عرصہ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ جرجی معالجات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اگر اطراف میں واقع ہو تو اس کا قطع کر دینا ہی بہتر ہے، بعینہ مقالہٴ دوازدهم میں فصد، مقامات فصد و عروق حجامت وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر قیمتی مواد ملتا ہے۔ [۱۰]

ابوبکر محمد بن زکریا رازی [۹۲۵-۸۶۵ء] کی کتاب الحاوی کا بالخصوص ۱۲واں حصہ سرطان، اورام، ذنب اور آماسِ بدن پر مشتمل ہے۔ [۸] جو سرجری کے خاص محور ہیں۔ اسی طرح کتاب المصنوعی کا ساتواں باب کلی طور پر سرجری پر مشتمل ہے، جس میں کسر و جبیرہ، جراحات و قروحات کا بیان ہے۔ [۹]

اسی طرح مجوسی نے کامل الصناعہ، جلد ثانی کے ساتویں مقالہ [۱۲] کے پیشتر ابواب کو سرجری کے لیے مختص کیا ہے، جن میں سرجری کی تقسیم سے لے کر جبر و کسرتک کا احاطہ کیا گیا ہے چنانچہ فصد، سرطان، قاتا طیر کا استعمال، مثانہ میں سے خصیہ اور رحم میں سے مردہ جنین کے اخراج، کئی نیز جبر و کسر اور

تعارف:

سرجری کو نہ کسی ایک دور تک محدود کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی فرد واحد کی جودت فکر کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے:

”اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ طبِ یونانی نے طبی معالجات کے ساتھ ساتھ جرجی معالجات کو ارتقائی مراحل سے گزار کر اس منزل پر پہنچا دیا تھا کہ اس کی تصویریں آج بھی طبِ جدید کے تحقیقاتی گوشوں کو منور کر رہی ہیں۔“ [۱]

طبِ یونانی میں سرجری مسلسل اور بتدریج ارتقائی مراحل طے کرتی رہی۔ تدریجی ارتقاء پر روشنی ڈالنے کے لیے صفحات کے صفحات درکار ہوں گے، ذیل میں محض تاریخی اشارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ طبِ یونانی میں سرجری کو ہر دور میں مستقل فن کی حیثیت حاصل رہی ہے، مثال کے طور پر بقراط سے ہی سرجری میں اطباء کا Contribution شروع ہو گیا تھا، حاجی خلیفہ نے اس کی ۶ جرجی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، جالینوس [۲۰۱-۱۳۰ء] نے عملی سرجری میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، اس نے نہ صرف انسان کے ساتھ ساتھ حیوان اور پرندوں کے جسمانی اعضاء اور ان کے افعال کا مطالعہ کیا، بلکہ بندر کا باقاعدہ ڈسکشن کر کے نظامِ عضلات کا پہلی بار مظاہرہ کیا۔

عرب اطباء اور سرجنوں نے نہ صرف اپنے ایرانی، ہندوستانی اور یونانی اسلاف کے سرمائے کے ترجمہ و تدوین کا کام کیا، بلکہ میڈیکل سائنس بالخصوص

☆ سابق ڈپٹی ڈائریکٹر، سی، ای، آر، یو، ایم، دلکشا این ۴۹، ابوالفضل انکلیو، جامعہ گگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

خلع جیسے جرمی امور پر فاضلانہ روشنی ڈالی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طب یونانی میں سرجری مسلسل ارتقائی ادوار سے گزر رہی تھی۔

سائرل الگوڈ نے، مجوسی، رازی اور شیخ الرئیس پر مجموعی تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”تینوں نے طب کی نصابی کتابیں لکھیں اور تینوں نے اپنی تصانیف میں سرجری کا حصہ شامل کیا۔“ [۱۶]

علی بن عیسیٰ الکحال [دسویں صدی عیسوی] نے امراض چشم جیسے اہم موضوع پر ایک شاندار کتاب مدون کی، جسے ”تذکرۃ الکحالیین“ سے موسوم کیا گیا۔

ابوالقاسم زہراوی [۱۰۱۳-۹۳۶ء] طبی دنیا میں سب سے بڑا سرجن گزرا ہے، جس کی کتاب ’التصریف لمن عجز عن التالیف محتاج تعارف نہیں۔

اس کا جرمی حصہ سرجری کے جملہ مباحث یعنی جراحیاتِ صغیرہ و کبیرہ کا احاطہ کرتا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی بیشتر جرمی آلات زہراوی کے ساختہ آلات ہی کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ چنانچہ اسپنک اینڈ لیوس اس کے آخری مقالہ کو دستکاری [Manual practice of surgery] کی مکمل رپورٹ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے:

”اس کا تیسواں مقالہ سرجری جیسے اہم موضوع پر معقول، اکمل اور مصور معلومات بہم پہنچاتا ہے۔ مصنف کا مقصد یہ تھا کہ سرجری کے بارے میں قدامت کی معلومات پر نظر ثانی کی جائے۔ اس نے بہت سی ایسی جرمی تدابیر اور آلات کا ذکر کیا، جو قدامت کی کتابوں میں موجود نہ تھے، اس لیے وہ ان کا صانع بھی تھا اور موجود بھی۔“ [۱۸]

[Spink and lavis, 1923, Albucaasis on Surgery & Instruments]

اسطیعیل جرجانی [وفات: ۱۱۴۰ء]، مشہور و معروف ایرانی طبیب، جس نے طب میں عام روش سے ہٹ کر اپنی الگ راہ بنائی اور صدیوں کا رواج توڑ کر الحاقی اور القانوں کے ٹکڑے کی کتاب ذخیرہ خوارزم شاہی اپنی مادری زبان فارسی میں تالیف کی۔

ذخیرہ خوارزم شاہی کا ساتواں حصہ سات مقالات اور ۵۵ ابواب پر مشتمل ہے، جس میں سلعات، خراجات و جراحات، سرطان، کسر عظام، کسر و خلع عظام جیسے جرمی موضوعات پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ [۱۵] بقول سائرل الگوڈ:

”جرجانی کو معیاری مصنف کے طور پر منتخب کیا جاتا ہے، جس سے پتہ

چلتا ہے کہ ایران میں ۱۲ویں صدی میں سرجری کتنی ترقی یافتہ تھی۔“ [۹]

ابن زہر، ابومروان عبدالملک بن ابی العلازہ بن ابی مروان [۱۱۶۲-۱۰۹۱ء] مغربی اطباء میں بلند مقام کا حامل تھا، اس کی تصنیف ’کتاب التیسیر‘ [۲] طب عملی پر دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی روشنی میں وہ ایک تجربہ کار معالج ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر سرجن بھی نظر آتا ہے۔ اس نے حصاۃ گردہ کے آپریشن اور انفتاحِ قصبۃ الریہ کو واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ نقرئی انبوبہ کے ذریعہ غذائی حقتہ نیز انفتاحِ قصبۃ الریہ کو ماہرانہ انداز میں بتایا ہے۔ اس نے نزول الماء غیر پختہ کے علاج میں احتیاط، بلکہ احتراز کی ہدایت کی ہے، اس طرح نقص اتصال عظام کے بارے میں لکھتے ہوئے احتیاطی تدابیر میں اس طرح رقم طراز ہے، گویا کوئی عصری سرجن ہدایات دے رہا ہو۔

دوسرا کلائنکس عرب سرجری میں ۱۳ویں صدی میں امین الدولہ ابوالفرج موفق الدین یعقوب اسحق ابن القف [۱۲۸۶-۱۲۳۳ء] کے کارنامے کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ انہوں نے عجولون [دمشق] میں پریکٹس کی اور وہیں وفات پائی۔ ان کی شاہکار کتاب العمدہ فی صناعتہ الجراحتہ اپنے موضوع پر ایک مبسوط کتاب اور اپنے عہد تک کا مکمل ترین متن ہے۔ [۱۸]

تعارف کتاب میں، انہوں نے وضاحت کی ہے کہ طلباء اور رفقائے اپنے قلبت اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر کو وقتی دلچسپی تھی، قتی اعتبار سے ناقص، حصول علم کی جدوجہد میں کمی اور پیشہ کے اعتبار سے نااہلیت کے شکار تھے۔ تربیت اور تجربہ کا بھی فقدان تھا؛ اسی طرح تشریح یا علم العلاج سے بھی مس برائے نام تھا۔ [۳]

بقول ابن ابی اصیبعہ:

”کتاب العمدہ فی الجراحتہ ۲۰ ابواب پر مشتمل ہے، جس میں سرجن کے لیے درکار جملہ علمی و عملی طریقے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی موجودگی میں کسی دوسرے لٹریچر کی ضرورت نہیں۔“ [۱]

بقول حکیم سید ظل الرحمن:

”ابن القف [وفات: ۱۲۸۶ء] اپنی بلند پایہ سرجری کی کتاب ’العمدہ

فی الجراحتہ‘ کی وجہ سے ہمارے خاص شکر کیہ کا مستحق ہے۔“ [۱۱]

علم تشریح کے سلسلے میں پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن نے ابن القف کو

نا قابل فراموش شخصیت قرار دیا ہے:

”مشہور جراحی کتاب العمدہ فی الجراحت کا مصنف امین الدولہ حکیم ابوالفرج یعقوب ابن القف متوفی ۱۲۸۶ء علم تشریح کی تاریخ میں ایک نہ بھولنے والا نام ہے۔“ [۱]

حکیم سید غلام مہدی راز رقم طراز ہیں:

”اس نے صرف تین سال عمر پائی، لیکن اس مختصر مدت حیات میں ہی اس نے طب و جراحت کے میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔“ [۲]

کتاب العمدہ فی الجراحت کا پہلا مقالہ جراحت کی تعریف اور اخلاط کے بیان پر مشتمل ہے۔

دوسرے مقالہ میں اعضاء کے مزاج کے بعد اعضاء مفردہ کی تشریح پیش کی گئی ہے۔

تیسرے مقالہ میں اعضاء مرکبہ کی تشریح ہے۔

ظاہر ہے بہترین سرجن وہی ہوتا ہے، جسے تشریح [Anatomy] پر عبور حاصل ہو۔ اگر اعضاء کے مزاج سے بھی واقفیت ہو تو طب یونانی کے اعتبار سے بنیادی اہمیت کا حامل ہے، تاہم طب مغرب کے حاملین کے لیے بھی یہ ایک اضافی علم کا درجہ رکھتا ہے۔

چوتھے مقالہ میں ۱۱۳ امور کا فاضلانہ تذکرہ ہے، جنہیں مصنف نے سرجن کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے۔

مرض کی تعریف میں بڑی تکتہ آفریں امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

”علم طبی میں اس بات کا تذکرہ ہوا ہے کہ اطباء انسانی بدن میں صحت، مرض اور حالت متوسط، تین حالتوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جہاں تک صحت اور حالت متوسط کا تعلق ہے، جراح کے لیے اس کی معلومات نہ تو علمی حیثیت سے ضروری ہے اور نہ ہی حفظ صحت اور ازالہ مرض کے نقطہ نظر سے، البتہ جراح کے لیے صرف دوسری حالت یعنی مرض کے بارے میں جاننا ضروری ہے، کیونکہ اس میں ورم کی اقسام اور تفرق اتصال ظاہری وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔“ [۳]

سوء مزاج سادہ اور مادی کا ذکر کرتے ہوئے اخلاط کی قسموں کے

اعتبار سے سوء مزاج مادی کے اقسام کا تذکرہ انتہائی فاضلانہ انداز میں کیا گیا ہے، جس میں دونوں کی مطابقت پر بصیرت افروز روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسی طرح مرض [آلی مرکب] کی درج ذیل چار قسمیں ہیں:

۱- مرض خلقت

۲- مرض مقدار

۳- مرض عدد

۴- مرض وضع

پھر ان کی وضاحت اس سائنٹفک انداز میں کی گئی ہے، جس پر آج

کے سرجن کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً:

”امراض مجاری: اس مرض میں کبھی تو مجاری تنگ ہو جاتے ہیں،

جیسے سانس کی نالی کی تنگی یا نالیوں کا پھیل جانا، مثلاً پیروں کی عروق

پھیل جانا، جسے دوالی کہتے ہیں، یا کبھی نالیاں پورے طور پر بند

ہو جاتی ہیں، جیسے شہدہ کا بند ہو جانا۔“ [۳]

امراض تجاویف: مثلاً یا تو تجاویف بند ہو جائیں، جیسے سکتہ میں

دماغی بطون کی تجاویف بالکل بند ہو جاتی ہیں۔

امراض عدد کی دو قسمیں ہیں یا تو کمی ہوگی یا زیادتی، زیادتی کبھی طبعی

ہوتی ہے، کبھی غیر طبعی۔ طبعی زیادتی کی مثال کسی کے بدن میں چھانگیوں کا

ہونا، بڑھا ہوا دانت اور ناخونہ کا مرض ان باتوں کی وجہ سے عام کاموں میں

دشواری پیش آتی ہے بھتاج بیان نہیں۔ [۳]

اسی طرح ورم کی تعریف اور اس کی تکوین پر تحقیقی فصل قائم کی گئی ہے، پھر

امراض کے اوقات اربعہ [ابتداء، تزید، انتہا اور انحطاط]، غلبہ اخلاط کی مجموعی

علامات، پھر ہر ایک خلط کے غلبہ کی علامات بقدر ضرورت بیان کر کے پانچویں تا

آٹھویں مقالہ میں اخلاط اربعہ سے پیدا ہونے والے اور امراض [امراض] اور ان کی

علامات پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے۔ نویں مقالہ میں مختلف مادوں سے پیدا

ہونے والی بیماریوں کا تذکرہ ہے۔

دسواں مقالہ اس لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اس ان میں

امور کلی کا تذکرہ ہے، جن کا علم ایک سرجن کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ اہم مقالہ

تیرہ فصول پر مشتمل ہے۔

کسی عضو کے علاج سے پیشتر اس کی چار حالتوں کو پیش نظر رکھنے کی

ہدایت کی گئی ہے یعنی:

۱- عضو کا مزاج

۲- وضع، جوہر اور باعتبار حس اس کا درجہ۔ [۳]

علاج اور سرجری میں ان کے استحضار سے جو فائدے حاصل کئے جاسکتے ہیں محتاج بیان نہیں۔

دوسری فصل میں فصد کے ذیل میں جو نکات بیان کیے گئے ہیں۔ وہ انتہائی اہم ہیں، مثلاً فصد کا استعمال تین حالتوں میں کرنے کی ہدایت کی گئی ہے:

۱- اخلاط کی مقدار میں زیادتی ہو، لیکن ان کا باہمی تناسب بھی باقی رہے۔

۲- خون کی زیادتی

۳- حرارت کی کیفیت کی زیادتی۔ لیکن اس کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔

اس میں فصد سے متعلق چند اہم ہدایات اور شرائط مقرر کی گئی ہیں، جن میں سے کچھ تو فصد کھلوانے والے سے متعلق ہیں اور کچھ فصد، کھولنے والے کے لیے، جن میں سے فن تشریح کی مکمل واقفیت شرط اولیں قرار دی گئی ہے۔

اس سے ابن القف کے تجربہ علمی اور فنی گرفت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

کی [Cauterization] بھی اسی فصل میں بیان کی گئی ہے اور اس کے رہنما خطوط ماہرانہ انداز میں متعین کئے گئے ہیں اور شریان سے اوپر کے بال اُسترے سے صاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، جو آج کے طریقوں کے عین مطابق ہے۔ وہ رقم طراز ہے:

”شریان کی چوڑائی کے برابر موٹے سرے والا داغ دینے کا ایک آلہ لے کر آگ میں گرم کریں، جب اس کا رنگ سرخ ہو جائے تو مکوی [داغ دینے والا آلہ] کو وہاں رکھا جائے اور شریان کو اتنا دبا دیا جائے کہ جلد جمل جائے، گرمی شریان تک پہنچ جائے اور اس کے حصے سکڑ کر مل جائیں تاکہ خون کا اخراج رک جائے، اس کے بعد خون روکنے اور زخم بھرنے والی دوائیں استعمال کی جائیں۔“ [۳۳]

اس سائنٹفک اظہار بیان کے بعد خون کے اخراج کے لیے کن امور کا لحاظ ضروری ہے، انتہائی قابل قدر ہے، جو درج ذیل ہیں:

”کچھ امور کے ذریعہ خون کے اخراج کی مقدار سے واقفیت بھی

ضروری ہے:

۱- خون کا رنگ

۲- خون کی دھار بند ہونا اور رک رک کر آنا

۳- خون کی رفتار، [۳۴]

ابن القف سرجری کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

”جراحت ایک ایسا فن ہے، جس کے ذریعہ بدن انسانی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں، جو ظاہر جسم کی مخصوص جگہوں پر تفرق اتصال کی قسموں سے متعلق ہیں۔ مزید یہ واقفیت بھی حاصل ہوتی ہے کہ تفرق اتصال ہو جانے پر کیا تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں۔ اس فن کا مقصد مجروح حصہ عضو کو اس کی طبعی حالت پر واپس لانا ہے۔“ [۳۵]

فصل ۳، ۴، حجامت اور علق [Cupping & Leeches] پر مشتمل

ہے۔

حجامت کی دونوں قسموں یعنی بالشرط اور بلاشرط کا انتہائی ماہرانہ انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے، تحریر ذیل ابن القف کے دقت نظر اور ماہرانہ چابکدستی پر دال ہے:

”اس سلسلے میں یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس خونی مادہ کو نکالنا مقصود ہوتا ہے، اس کا غلبہ یا تو ظاہر بدن پر ہوتا ہے یا اندرون بدن پر یا دونوں پر یا دونوں کے درمیان،“ [۳۶]

ظاہر بدن پر ہونے کی صورت میں اس کو حجامت کے ذریعہ نکالنے ہیں، اگر اندرون یا اندرون و بیرون دونوں ہو تو اس کو فصد کے ذریعہ خارج کرتے ہیں اور چوتھی صورت ہو تو چونک لگاتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ طبیعت اور اس کے افعال کی پیروی کرنے کی مناسبت سے گویا طبیعت کا خادم ہوتا ہے اور بدنی مواد وہ سیال اجسام ہیں، جو خود سے اخراج کی سمت دفع نہیں ہوتے، بلکہ ان کو نکالنے والی یا تو طبیعت بدنیہ ہوتی ہے یا طبیعت خلطیہ۔ مادہ کے اخراج کے لیے پہلی حرکت کو حرکت قسریہ اور دوسری حرکت کو طبیعیہ، کہا جاتا ہے۔ جب طبیعت کسی سمت میں مادہ دفع کرنا چاہتی ہے یا مادہ یا خون ان سمتوں میں دفع ہوتا ہے تو ان کے اخراج میں ان کو ہلکا کرنے میں طبیعت کو مدد پہنچانا ضروری ہے۔ اس طرح کی مدد رگوں کو کھولنے اور جلد پر کھینچنے لگانے سے ہوتی ہے، پھر وہاں ایسی چیز رکھنا جو اخراج میں مدد کرے۔ محجم [سینگھیاں] خلاء [Vacuum] پیدا کرنے

کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ یہی حجامت ہے۔“ [۳]

جونک کی ان آٹھ قسموں کا بیان کیا گیا ہے، جو علق کے لیے قابل انتخاب ہیں نیز طریقہ استعمال مختصر لیکن جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں سینگھی کا ناگزیر قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”جونک لگانے کے بعد اس جگہ پر سینگھی لگا کر اچھی طرح چوسا جائے تاکہ جو خون باقی رہ گیا ہو وہ بھی کھینچ آئے اور جونک کے ڈنک کا اثر بھی زائل ہو جائے۔“ [۳]

گیارہویں مقالہ میں ان مفردات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو سرجن کے لیے دورانِ معالجہ ضروری ہیں۔ دورانِ سرجری دواؤں کا استعمال کوئی عصرِ حاضر کی اختراع نہیں، بلکہ اطباءِ قدیم نے اس سلسلے میں بڑی تحقیق اور دقتِ نظر کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ ابن القف نے بھی اس سمت خاص توجہ مبذول کی ہے۔ اس مقالہ کی فصلِ اول میں دواؤں کے ان صفات کا تذکرہ ہے، جن سے آگہی ایک سرجن کے لیے ناگزیر ہے، دوسری فصل میں ادویہ کے مدارج [grades] اور ان کے حدود [Limitations] متعین کیے گئے ہیں، تیسری فصل میں دواؤں کی پہلی، دوسری اور تیسری قوت کا تذکرہ ہے۔ اس مقالہ کی بالخصوص پہلی فصل میں متعدد اہم متعلقہ اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس تنقیح سے طلبہ اور اساتذہ بھرپور اکتساب فیض کر سکتے ہیں۔

چوتھی فصل میں ان ۲۳۹ مفردات ادویہ کا تذکرہ ہے جن کا علم بالواسطہ یا بلا واسطہ سرجن کے لیے افادیت سے خالی نہیں۔ ان ادویہ کے خواص احتباس دم تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ اس لیے بھی اہم ہیں کہ آپریشن سے پیشتر بہت سے اور ام و حالات فقط ادویہ کے داخلی یا خارجی استعمال سے ہی درست ہو جاتے ہیں، بصورت دیگر آپریشن کے دوران استعمال سے زیادہ سرعت سے فائدہ ہوتا ہے۔ عملیہ [Operation] سے پیشتر، اس کے دوران یا بعد میں ادویہ کا استعمال بادی النظر میں آج کی تحقیق تصور کیا جاتا ہے، جبکہ صد ہا برس پہلے سے ہمارے اطباء کے معمولاتِ مطب میں یہ چیزیں شامل تھیں اور سرجن ترجیحی یا ہمزما طور پر انہیں پورے اعتماد کے ساتھ استعمال کرتا تھا۔

ستر ہواں مقالہ جراحی، کسر اور خلع پر مشتمل ہے۔

جراحی کی خیاطت [Suturing] بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے اور سرجن کے لیے امتحان کی گھڑی۔ حیرت ہے کہ ابن القف نے اس کے

اس کے بعد حجامت کی تقسیم ضروری اور اختیاری کے طور پر کی گئی ہے، جن میں سے اول الذکر ضرورت کے وقت ہی عمل میں لائی جاتی ہے۔ اس کے بعد حجامت اختیاری کے لیے جن دس شرائط کا تذکرہ کیا گیا ہے، فنی شعور کی غمازی کرتے ہیں۔

آگے ان تین اہم امور کا تذکرہ ہے، جن کا لحاظ ضروری اور اختیاری دونوں حجامت میں ضروری ہے۔

ابن القف نے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ موٹے جسم والوں کے بہ نسبت دُبلے پتلے یا معتدل جسم کے لوگ حجامت سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ گوشت کی مزاحمت کے سبب فرہ لوگوں کے مسامات کثیف ہوتے ہیں، فرہ اجسام میں زیادہ تر گاڑھا خون ہوتا ہے، ان میں بیشتر برودت کا غلبہ ہوتا ہے اور سکون و آرام طلبی ان کا خاصہ ہوتا ہے۔ [۸]

ابن القف نے حسب ذیل مقامات فصد کی نشاندہی کی ہے:

- ۱- ہامیہ [سرکا درمیانی حصہ]
- ۲- نقرہ [گردن سے چار انگل اوپر کی جگہ]
- ۳- قحودہ [نقرہ سے اوپر کی جگہ]
- ۴- اندعین [گردن کے دونوں طرف کی جگہ]
- ۵- ذقن [تالو کے نیچے کی جگہ]
- ۶- تشریط [دونوں کانوں پر]
- ۷- کابل [دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ]
- ۸- منکب [ترقوہ کے مقابل پیچھے کی جگہ]
- ۹- ناغض [دونوں ہاتھوں کے پینچے، وہ جگہ جہاں تک دائیں اور بائیں ہاتھ پیچھے کی طرف پہنچ جاتے ہیں]
- ۱۰- مقعد [کولہوں کے درمیان]
- ۱۱- ران
- ۱۲- گھٹنے
- ۱۳- پنڈلیاں [۳]

اس جگہ پر مقام کے چھپنے سے حاصل ہونے والے فوائد کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل میں علق [Leeching] پر فاضلانہ گفتگو کی گئی ہے۔

حسن وفتح کو کتنے منفع انداز میں بیان کر دیا تھا۔ خیاطت کے لیے چار شرائط کا لحاظ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس میں مصلحتوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے:

۱- دھاگہ سختی میں معتدل ہو۔ اس وضاحت کی ضرورت نہیں کہ زیادہ سخت دھاگہ سے جلد پھٹ جاتی ہے اور اس کے برعکس ملائم دھاگہ جلد سریع الاکسار ہوتا ہے۔

۲- ٹانگوں کے سوراخ معتدل درجہ کے اور اوسط فاصلے پر ہوں۔

۳- جراحت کے کناروں سے متوسط دوری پر سوئی چھوئی جائے کیونکہ جراحت کے نزدیک ٹانگہ کے سوراخ سے ٹانگہ اکھڑ آتا ہے، اس کے برخلاف زیادہ دور ٹانگہ کے سوراخ ہونے پر جراحت کے اتصال میں مانع ہوتا ہے۔

۴- سوئی کا سرانوک کے مقابلے میں سہ گنا حجم کا ہونا چاہیے، ایسی سوئی باسانی جلد میں داخل ہو سکتی ہے اور سلائی میں بھی سہولت ہوتی ہے۔

ابن القف نے عمدہ دھاگہ اور بہترین سوئی کے انتخاب کا مشورہ دیتے ہوئے بہترین انداز خیاطت کی طرف رہبری کی ہے، ساتھ ہی کامل الصناعت کی ترکیب کو ترجیحی طور پر عمدہ بتایا ہے۔ چنانچہ رقم طراز ہیں:

”ہر مرتبہ سوئی کو دونوں جانب چھونے کے بعد ٹانگہ لگا کر گانڈ دی جائے اور دھاگہ کو کاٹ دیا جائے، پھر سوئی کو خارج جلد سے داخل جلد کی طرف داخل کر کے لگائے جائیں اور اندر سے چھو کر دوسرے اندرونی کنارے تک باہر کی طرف سوئی کو نکالیں، اس انداز میں ٹانگے لگا کر پھر دونوں کناروں کو گانڈ دی جائے اور دھاگہ کو کتر دیا جائے۔ اس جراحت کے آخر تک یہ سلسلہ جاری رکھا جائے۔ اس کے بعد جراحت پر مذکورہ زور استعمال کیے جائیں، یہی رائے زیادہ عمدہ ہے، کیونکہ دھاگہ کے بار بار اندر اور باہر داخل ہونے سے خون کا اخراج بار بار ہوگا نیز خون بھر جانے سے تعفن و تاکل واقع ہوگا۔ نیز دھاگہ کا اوپر نیچے مڑنا جراحت کے لیے مضر ہو سکتا ہے۔ پھر مثبت شکل میں پٹیاں باندھی جائیں۔“ [۳]

جراحت کی خیاطت کے تین مزید طریقوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جن کے حسن وفتح کو اجاگر کرتے ہوئے اول الذکر کو احسن بتایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض ناگزیر حالات میں ان سے مفر ممکن بھی نہیں۔

عملیہ کے دوران خلوع معدہ کی اہمیت یا خورد و نوش کے سلسلے میں

ہدایات و تحدیدات موجودہ سرجری کی دین نہیں ہے، بلکہ اطباء قدیم ان کی افادیت سے بخوبی واقف تھے، چنانچہ ابن القف نے درج ذیل پانچ امور کا التزام ناگزیر قرار دیا ہے:

۱- پیٹ بھرنہ کھلایا جائے، کیونکہ اس سے احشاً میں تمدد ہوگا اور رفع حاجت کے لیے بار بار اٹھنا پڑے گا۔

۲- غذا میں رفیق حریرے استعمال کیے جائیں، تاکہ غذا کی خشونت سے درد نہ ہو یا بیوست کی وجہ سے معدہ اور آنتوں میں غذا کا قیام زیادہ دیر تک نہ ہو۔

۳- ترش اشیا کے استعمال سے پرہیز کرایا جائے، تاکہ مقام جراحت پر لذع و خراش پیدا نہ ہو۔ اگر غذا مثلاً سرکہ، لیموں کارس یا اس سے قریب ہو مثلاً نارنگی کارس وغیرہ قابض اشیا مثلاً سماق، انار، کچے انگور سے بھی پرہیز کرائیں جو قبض پیدا کرتے ہیں۔

۴- نفاخ اغذیہ سے پرہیز کرایا جائے۔

۵- مطلق میوؤں کے استعمال سے بھی پرہیز کرائیں، کیونکہ ان سے جراحت میں رطوبت واقع ہوگی اور یہ اس کو گیلا [نم] کر دیں گے، نیز جراحت کا اثر زیادہ دنوں تک برقرار رہے گا۔ [۳]

ختنہ [Circumcision] کے لیے حسب ذیل چار تکنیک بیان کی گئی ہیں:

۱- قلفہ کو مشقاص کے اندر داخل کریں، اس طرح کہ حشفہ اس سے باہر رہے، پھر اس جلد کو تیز استرے سے کاٹ دیں۔

۲- کوئی ایسا آلہ لیں جو قلفہ کی جلد کے برابر چوڑا ہو، اس کو قلفہ میں داخل کریں اور حشفہ کو داخلی طرف ہٹا کر جلد کو قوت سے پکڑیں، پھر اس جلد کو کاٹ دیں۔

۳- قلفہ کو عمدہ قسم کے دھاگے سے باندھ دیں، اس طرح کہ اس دھاگے کے اندر سے حشفہ کو ہاتھ سے ایک طرف ہٹائیں، پھر قلفہ کو اس دھاگے کے اوپر سے کاٹ دیں، ملحوظ رہے کہ دھاگہ نہ کٹے۔

۴- ایک مروود [ایسا آلہ جس کا سر امتیز نہ ہو] قلفہ میں داخل کر دیں اور حشفہ کو ہٹا کر ایک طرف سے قلفہ کو پکڑے رہیں، پھر مشقاص کو قلفہ میں داخل کریں، اس طرح کہ مشقاص حشفہ اور مروود کے سرے کے

درمیان ہو، پھر تیز استرے سے جہاں تک کہ مشتاق ہو، کاٹ دیں، اس عمل کے بعد حشفہ کو چھوڑ دیں اور مشتاق کو نکال لیں اور خون جو بہ رہا ہو، اس کو نکلنے دیں، پھر اس مقام پر راکھ لگائیں، خشک کدو کی راکھ بہتر ہے، پھر اس مقام پر حالبس خون [ذورات] میں سے کوئی دوا چھڑکیں اور پٹی باندھ دیں، اور اس کو جب تک زخم خشک نہ ہو چھوڑے رکھیں۔ [۳]

حصاة کلیہ و مثانہ:

حصاة کلیہ و مثانہ کے سلسلے میں انتہائی ماہرانہ ہدایات دی گئی ہیں، سوائے شکاف [نشر] لگانے کے اور کسی چیز سے فائدہ نہ ہو سکتا ہو تو عمل جراحی سے حصاة مثانہ میں فائدہ ہو سکتا ہے۔ اسے بچوں میں بہ نسبت جوانوں کے آسان بتایا گیا ہے، پھر اس کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بوڑھوں میں اس علاج کو زیادہ مشکل بتایا گیا ہے۔ مثانہ کی پتھری جب عورت کو لاحق ہو تو اس کا عمل جراحی سے علاج زیادہ مشکل بتاتے ہوئے پانچ وجوہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پتھری نکالنے کا طریقہ ذیل کس قدر سائنٹفک ہے، ارباب فن باسانی اندازہ لگا سکتے ہیں:

۱- ”عمل جراحی شروع کرنے سے پہلے مریض کو حقنہ دیا جائے، تاکہ آنتوں کا تمام فضلات سے تحقیق ہو جائے۔“

۲- مریض کو کئی مرتبہ اونچے مقام سے نیچے کودنے یا ناپنے کا حکم دیا جائے یا خدام کو حکم دیں کہ مریض کے بغل کو تھام لیں اور مریض کو نیچے وزن ڈال کر کئی مرتبہ لٹکنے کا حکم دیں، یہاں تک کہ پتھری عنق مثانہ میں نیچے آئے۔ اس کے بعد:

۳- مریض کو سیدھا بٹھائیں، اس کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں زانو پر ہوں، تاکہ مثانہ کلی طور پر نیچے کی طرف جھکا ہوا ہو، اس کے بعد پتھری کی تفتیش کی جائے۔

۴- پتھری کی تفتیش کی جائے، جراح اپنے ہاتھ کو اس کے اوپر پھیرے اور نیچے کی جانب سے چھو کر دیکھے۔ اس کے بعد:

۵- مریض کی مقعد میں شہادت کی انگلی داخل کریں، اس سے پہلے انگلی کو روغن بنفشہ سے چکنا کر لیا جائے، جبکہ بچہ ہو اور اگر بوڑھا یا جوان ہو تو درمیانی انگلی داخل کر کے پتھری کی تفتیش کریں۔ جب انگلی کو پتھری کا

احساس ہو تو عنق مثانہ کی طرف پتھری کو انگلی سے دباؤ ڈال کر دھکیلیں، اس کے بعد دوسرے خادم کو حکم دیں کہ خسیوں کو شکاف کے مقام سے دور رکھے۔ اس کے بعد:

۶- مبخغ [نشر] سے مقعد اور خسیوں کے درمیان شکاف لگائیں، شکاف بالکل وسط میں نہ ہو، بلکہ بائیں جانب مائل ہو اور شکاف تر چھا ہو، تاکہ قصبہ کی جڑ سے دور ہو لیکن باہر سے کافی وسیع ہو اور اندر سے تنگ۔

مقعد کے اندر کی انگلی شکاف لگانے کے وقت نہ ہٹائی جائے، ایسے وقت میں کبھی پتھری شکاف کے قریب انگلی کے دباؤ سے نکل آتی ہے:

الف- اگر پتھری شکاف سے دور ہو تو قہقہ مردوسی [Blunt forceps] داخل کر کے پتھری کو اس سے پکڑ کر نکالیں۔

ب- اگر پتھریاں ایک سے زیادہ ہوں تو ایک ایک کر کے نکالا جائے۔

ج- اگر بہت زیادہ بڑی ہو اور وسیع شکاف کی ضرورت ہو تو کلینین

[چپے] کو داخل کریں، جس کے کنارے دندانہ دار ہوتے ہیں، اس

سے پتھری کو پکڑ کر دبائیں، اس سے پتھری ٹکڑے ٹکڑے

ہو کر ٹوٹ جائے گی۔ [۳]

اس کے بعد مدلل ادویہ کا جامع تذکرہ کیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام:

اس تجزیاتی مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ طب یونانی میں سرجری کا عمل ابتداء سے لے کر ایرانی اطباء تک تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔

اسی ارتقائی تناظر میں ابوالقاسم زہراوی جیسا نابغہ روزگار سرجن نظر آتا ہے،

بیشمار اختراعات اسی کی تحقیقات کا ثمرہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے طب یونانی کا

اولیں کلائمکس قرار دیا گیا، لیکن یہ عمل وہیں نہیں رک گیا، بلکہ اس روایت کو

اخلاف نے بھی آگے بڑھایا جس کے نتیجے میں ابن القف جیسا کامیاب سرجن،

منظر عام پر آیا۔ اس نے نہ صرف تشریح کو سرجن کے لیے ناگزیر قرار دیا، بلکہ مزاج و اخلاط کی اہمیت و افادیت پر بھی بھرپور روشنی ڈالی، جنہیں

نظر انداز کر کے سرجری میں کمال نہیں حاصل ہو سکتا۔ تطبیق عصر حاضر میں بھی انتہائی اہم ہے، جبکہ عصری سرجن بالخصوص پیوند کاری میں مسئلہ استرداد [Rejection- Problem] سے اکثر دوچار ہوتا ہے۔ اس نے دوائی معالجہ کو اولیت دی اور ناگزیر حالات میں ہی عملیہ کی سفارش کی ہے۔ سرجری کے

دوران استعمال ہونے والی ادویہ کا تفصیلی تذکرہ اس کی بالغ نظری کی روشن دلیل ہے۔ اس کی مشہور کتاب کتاب العمده کے تناظر میں اسے سرجری کا دوسرا کلائمکس قرار دینا بے جا نہ ہوگا۔

ماخذ

- ۱- ابن ابی اصیبعہ، ۱۹۹۲ء، عیون الانبانی طبقات الاطباء، جلد دوم، [اردو ترجمہ، حکیم عبدالجید اصلاحی]، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ص ۵۲۰-۵۱۹۔
- ۲- ابن زہر، ابومروان عبدالملک، ۲۰۰۰ء، کتاب التیسیر فی المداواۃ والتدبیر [اردو ترجمہ]، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی۔
- ۳- ابن القف المسیحی، امین الدولہ ابوالفرج، غیر مورخ، کتاب العمده فی الجراحت: جلد اول و دوم، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی۔
- ۴- اعظمی، حکیم خورشید احمد شفقت، ۱۹۹۲ء، سرجری اور طب یونانی، فکر و تحقیق ششماہی، جلد ۴، شمارہ ۸، جولائی-دسمبر، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ص ۱۱۳-۹۵۔
- ۵- جرجانی، اسمعیل، ۱۸۸۳ء، ذخیرہ خوارزم شاہی، جلد ہفتم [اردو ترجمہ، ہادی حسین خاں مراد آبادی]، مطبعہ منشی نولکشور، لکھنؤ۔
- ۶- حنین بن اسحاق، ۱۹۹۶ء، کتاب العشر مقالات فی العین، نشر و ترجمہ انگریزی میں عمل ماکس ماریہوف، اعادۃ طبعہ القاہرہ، ۱۹۲۸ء۔
- ۷- راز، حکیم سید غلام مہدی، ۲۰۰۷ء، ابن القف مسیحی - حیات اور کارنامے، جگر لخت لخت، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی، ص ۳۲-۱۷۔
- ۸- رازی، ابی بکر محمد بن زکریا، ۱۹۶۲ء، کتاب الحاوی الکبیر فی الطب، الجزء الثانی عشر، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد الدکن، الہند۔
- ۹- رازی، محمد بن زکریا، کتاب المنصوری [اردو ترجمہ، حکیم محمد اشرف کریم]، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی۔
- ۱۰- ربن الطبری، ابوالحسن علی بن سہیل، ۱۹۹۶ء، حقیقہ محمد زبیر الصدیقی، معہد تاریخ العلوم العربیہ والاسلامیہ فی اطار جامعہ فرانکفورت، جمہوریہ المانیہ الاتحادیہ۔
- ۱۱- ظل الرحمن، حکیم سید، ۱۹۸۳ء، صفوی عہد میں تشریح کا مطالعہ، تجارتہ ہاؤس، دودھ پور، علی گڑھ۔
- ۱۲- مجوسی، علی بن العباس، ۱۹۹۶ء، کامل الصناعۃ الطیبیہ، الجزء الثانی، دتاریخ العلوم العربیہ والاسلامیہ فی اطار جامعہ فرانکفورت، جمہوریہ المانیہ الاتحادیہ۔

۱۳- نجم آبادی، دکتر محمود، ۱۳۵۳ھ، [شہر یورہ]، تاریخ طب در ایران پس از اسلام، موسسہ انتشارات چاپ دانشگاه تہران، [ایران]، ابوبکر محمد زکریائی رازی، [رازی] ۳۲۴، ۳۲۱۔

- 14- Azmi, K.A. Shafqat, 2011, Impact of Unani Medicine on Modern Surgery, Hamdard Medicus, Karachi, Pakistan, July- September, 2011 Vol 54, No.3 , PP 73-80
- 15- Campbell , ArabianMedicine, Vol.I,P 80
- 16- Elgood, C. Analecta Medico Historica Safawi Surgery. P 98
- 17- Hamarneh , Sami K., 1981, Medical Technology in Ibn al Quf's Surgery, Bulletin of Islamic Medicine, Vol. I, Second Edition, Kuwait , PP 171-176.
- 18- Spink, MS and Lewis, GS, 1973, Albucasis on Surgery and Instruments, The Welcome Institute of History of History of Medicine, London.



حاملہ کی تدابیر: عرب اطباء کے حوالے سے

☆ حکیم عبدالرحمنان

☆☆ طبیبہ نیلم قدوسی

ہے، جب یہ یقین ہو جائے کہ استقرار حمل ہو چکا ہے تو آٹھ ہفتے سے بارہ ہفتے کے اندر اپنے قریب کسی سرکاری، نیم سرکاری یا نجی اسپتال یا کلینک پر جا کر اپنا معائنہ کرائیں، جتنا جلدی آپ جائیں اتنا ہی بہتر ہے۔ پہلی ملاقات میں معالجہ حاملہ کی پوری روداد قلمبند کرے گا اور ضروری معائنہ کر کے ریکارڈ مرتب کرے گا، تاکہ آئندہ کی کسی بھی ممکنہ پیچیدگی کا سامنا کیا جاسکے اور اس کا حل نکالا جاسکے۔

اس کے بعد ۲۸ ہفتے تک مہینے میں ایک بار معالجہ سے معائنہ کرایا جائے۔ ۲۸ سے ۳۶ ہفتے تک مہینے میں دو بار اور آخر کے چار ہفتوں میں ہر ہفتہ معالجہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہ بلڈ پریشر، وزن، قد، جنین کی نشوونما کی جانچ کرے گا اور آپ کو ضروری ہدایات بھی دے گا، ضرورت پڑنے پر الٹراساؤنڈ اور اس قبیل کے دوسرے امتحان بھی کیے جائیں گے۔ حمل کے آخری ایام میں کچھ خطرناک قسم کے عوارض کے لاحق ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اس لیے پیشاب اور بلڈ پریشر پر خصوصی نظر رکھی جاتی ہے۔ حاملہ کو ۱۶ سے ۳۶ ہفتے کے اندر کنز [Tetanus] کے دو ٹیکے ایک ماہ کے وقفہ سے لگوانا ضروری ہے۔

اگر حاملہ کے شکم میں بچہ یا جنین کی حرکت محسوس نہ ہو، ہاتھ، پیر اور

حاملہ کی تدابیر کے سلسلے میں عرب اطباء کے بتائے ہوئے طور، طریقوں اور ان کی ہدایات کا ایک سرسری جائزہ پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں حاملہ کی تدابیر کے جو طریقے رائج ہیں، ان کو بھی مختصراً بیان کر دیا جائے، تاکہ قاری قدیم و جدید تدابیر کے درمیان تقابل کر سکے۔

بیسویں صدی کے اواخر میں سائنس کی بے تحاشا ترقی، جدید تکنالوجی کی دریافت نے خصوصاً میڈیکل سائنس میں زُود اثر اور زندگی کو بچانے والی ادویات کے آجانے سے حمل کے دوران رونما ہونے والی بہت سی پیچیدگیوں پر جہاں کنٹرول پانا ممکن ہو سکا ہے، وہیں ان عورتوں کے لیے بے جا ذہنی اور جسمانی پریشانیوں کا سبب بھی۔ عورت کے لیے حمل ایک وبالِ جان بن کر رہ گیا، جب کہ حمل اور ولادت ایک فطری عمل ہے، اس سے ڈرنے اور گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔

استقرار حمل کی سب سے پہلی علامت ہے خون حیض کا بند ہونا، لیکن چونکہ کچھ دوسری وجوہ سے بھی ایسا ہوتا ہے، اس لیے ضروری ہے اس کی جانچ کرائی جائے۔ ایسے طریقے آج رائج ہیں، جن کے ذریعہ حاملہ کے پیشاب کی جانچ کر کے استقرار حمل کی قطعی جانکاری حاصل کی جاسکتی

☆ جوائنٹ ڈائریکٹر ہسٹریکل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۸

☆☆ ریسرچ آفیسر [یونانی]، ایس ایل ۲، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۸

اطباء نے اس میدان کیا پیش بہا معلومات فراہم کی ہیں۔ چنانچہ ابن طبری [وفات: ۸۹۵ء] نے بقراط کا قول اپنی کتاب فردوس الحکمت میں اس طرح نقل کیا ہے۔

”وقال ابقراط: ينبغي للحوامل ان احتجن الى العلاج ان يتعالجن في اشهر الرابع الى الشهر السابع فاما قبل ذلك وبعده فل [فردوس الحکمت] و معنى قوله ان الجنين الى الشهر الاول بمنزلة الشجرة الضعيفة متناثر من بمنزلة الشجرة المدركة التي لا تتناثر من ادنى ريح او تحريك [ابن طبری]

بقراط کے خیال میں:

ترجمہ: حاملہ کو اگر علاج معالجہ کی ضرورت پڑے تو حمل کے چوتھے ماہ سے ساتویں ماہ تک کریں، اس سے قبل اور اس کے بعد علاج نہ کریں۔ [بقراط]

بقراط کے قول کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مہینے میں جنین کی حیثیت اس کمزور پھل کے مانند ہوتی ہے جو معمولی ہوا اور ادنیٰ حرکت سے جھڑپا کرنا ہے اور آٹھویں مہینے میں وہ اتنا مضبوط ہو جاتا ہے، جسے معمولی ہوا اور حرکت گرا نہیں سکتی۔ [ابن طبری]

بقراط مزید لکھتا ہے:

”وينبغي للحوامل ان يحذرن في الشهر الثامن لانهن ان اسقطن خيف عليهن الموت ويتبين فيه التعب الشديد و الاغذية الحاردية و الاغذية الرديية و الاغتسال الكثير العطاس“۔ [فردوس الحکمت]

ترجمہ: حاملہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ حمل کے آٹھویں مہینے میں محتاط رہیں، اس لیے کہ اگر اس ماہ میں ان کا حمل ساقط ہوتا ہے تو ان کی جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے اس ماہ میں زیادہ محنت و مشقت، ردی غذاؤں اور زیادہ نہانے سے پرہیز کریں اور جھینک لانے والی چیزوں سے بچیں۔

ابومنصور نوح القمري [وفات: ۴۰۰ء] نے اپنی کتاب غنیٰ منیٰ میں بقراط کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

”قال ابقراط: النساء الحوامل يد اوين اربعة اشهر الى سبعة اشهر فاما فيما دون ذلك فليحذر علاجهن و قال ان احداث لجلبي شي من الامراض الحادة فذلك

چہرے پر دم ہو، تیز بخار ہو، سردی، چکر اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگے تو فوراً معالج سے رجوع کریں، لاپرواہی ہرگز نہ کریں۔

حاملہ کو چاہیے کہ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے، غم و غصہ، حسد و بغض، جھگڑے، لڑائی سے خود کو دور رکھے، ہمیشہ خوش رہنے کی کوشش کرے، خوشگوار ماحول میں زندگی گزارے۔ کھانے میں عمدہ غذائیں، جیسے دودھ، دہی، دال، دلہا، چاول، گوشت، مچھلی، انڈا، ہرے پتے والی سبزیاں، جیسے چولائی، پالک، پیٹھی، مولیٰ اور تھو وغیرہ خوب استعمال کرے۔

پھلوں میں سبھی موسمی پھل اور آیوڈین کا نمک استعمال کرے۔

کچھ عورتوں کا کیشیم کی کمی کی وجہ سے ذائقہ بدل جاتا ہے اور مٹی، چاک کھانے کی طرف طبیعت راغب ہوتی ہے۔ ایسی عورتوں کو چاہیے کہ کیشیم کی گولیاں، بھننے ہوئے چنے اور گیہوں استعمال کریں۔

حمل کے ابتدائی ایام میں کچھ عورتوں میں متلی، اُبکاتی اور قے کا عارضہ ہوتا ہے، جو آگے چل کر خود بخود زائل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاج کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی، ایسی عورتوں کو چاہیے کہ سوکراٹھنے کے فوراً بعد چند بسکٹ یا بھننے ہوئے چنے کھالیں۔ ایک وقت میں بھر پیٹ کھانا نہ کھائیں، بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے کئی بار کھائیں۔ اس طرح متلی اور قے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

معالج کے مشورے کے بغیر کوئی دوا استعمال نہ کریں، خصوصاً حمل کے ابتدائی اور آخری ایام میں، جن عورتوں کو اسقاط کا ڈر ہو، انہیں محنت و مشقت والے کاموں سے احتراز کرنا چاہیے۔

وہ عورتیں جو بہت کمزور ہوں اور جن کا وزن ۴۵ کلوگرام سے کم ہو یا جنہیں دق، مرگی، کینسر، شکر کی ذیابیطس یا گردے اور دل کی کوئی بیماری ہو یا خون کی بہت کمی ہو یا اس کا قد بہت چھوٹا ہو یا اس کی عمر کم ہو، انہیں استقرار حمل سے بچنا چاہیے، کیونکہ اس سے زچہ و بچہ دونوں کی زندگی کے خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اس مختصر سے تعارف کے بعد اب آئیے دیکھتے ہیں بقراط [۳۷۷-۳۶۰ قبل مسیح]

سے لے کر دوا داناظ کی [وفات: ۱۵۹۹ء] تک عرب اطباء نے اس میدان میں کیا ہدایات دی ہیں۔ اس مقالہ میں ان کی مشہور کتابوں کے حوالے سے کچھ اقتباسات یکجا کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ قاری خود اندازہ لگا سکے کہ

ممیت“

وقال ان عرض لامرأة حبلى اختلاف كثير فاجهد ان تسلم من الاسقاط“

وقال احدث الحبلی زحیر اسقطت [غنی منی]

ترجمہ: حاملہ کو چوتھے مہینے سے ساتویں مہینے تک دوائیں دی جاسکتی ہیں، اس سے پہلے اور اس کے بعد ان کے استعمال سے بچنا چاہیے اور کہا کہ اگر حاملہ کو امراض حادہ میں سے کوئی مرض لاحق ہو گیا تو یہ جان لیوا ہوتا ہے، اسی طرح اگر کسی حاملہ کو زیادہ دست آنے لگیں تو اس کے حمل کو ساقط ہونے سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے اور کہا کہ ایک حاملہ کو زحیر کا مرض لاحق ہوا تو اس کا حمل ساقط ہو گیا۔

قال جالینوس:

”الحبالی يسقطن من وجع شديد من تخمة عظيمة و من دم كثير يجرى منهن و شرب مسهل و من احتمال دواء“۔ [غنی منی]

ترجمہ: عورتوں کا حمل تیز درد، شدید بد ہضمی، زیادہ خون نکلنے، مسہل دواء کے پینے اور دواء کے حمل کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

قال سرابیون: اذا اورمت رجل الحبلی فضمدها ببری منقوع فی الخل او امسحها بدهن ورد مضروب بالخل او الملح و الخل او اسحق کبریتاً مسحوقاً و ملحاً مقلو ابزیت و اطلها به او بل الحضض بماء الكرب و امسحها به [غنی منی]

ترجمہ: سراپیون کے خیال میں حاملہ کے بچہ کے ورم میں بردی، جو سرکہ میں بھگوئی گئی ہو، کا ضد کیا جائے یا روغن گلاب سرکہ میں ملا کر ملا جائے یا نمک اور سرکہ میں ملا کر لگا یا جائے یا گندھک اور نمک باریک کر کے تیل میں جلا کر اس کا طلاء کیا جائے یا حضض [رسوت] کو ماء کرنب میں بھگو کر اس پر پھیرا جائے۔

قال محمد بن زکریا: ینبغی للحبلی ان تحذر ان یقسط فی الشهر الثامن لانه یخاف علیها ان اسقطت شدة و موت [غنی منی]

ترجمہ: حاملہ کو آٹھویں مہینے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس ماہ میں حمل ساقط ہونے سے شدید پریشانی اور موت کا خطرہ ہوتا ہے۔

قال ابو منصور نوح القمری: سقیتم انا لامرأة حبلی بعد ما دخلت فی التاسع کل یوم علی الریق وزن ثلاثة دراهم دهن اللوز و حمیتها الاغذیة الغلیظة و الحریفة و الحامضة و القابضة و جعلت طعامها لیناً دسماً فولدت فی حینها من غیر ان تجد من الطلق الامینال به و ذکرت القوابل لا عهد لهن بمثلہ و ان الجنین کان من النظافة فی الغایة۔ [غنی منی]

ترجمہ: میں نے ایک حاملہ کو جنویں مہینے میں داخل ہو چکی تھی روغن بادام ۱۰ گرام ملی لیٹر کی مقدار میں روزانہ صبح خالی پیٹ پلایا، ہلکی اور چینی غذائیں کھلائیں۔ غلیظ، چرپری، ترش اور قابض غذاؤں سے پرہیز کرایا جس سے اسی وقت ولادت ہو گئی اور دروزہ بھی اتنا ہی ہوا جتنا عام طور پر ہوتا ہے۔ دائیوں کا کہنا تھا کہ ہم نے اس کی کوئی نظیر نہیں دیکھی اور جنین بھی نہایت صاف ستھرا تھا۔

حاملہ کی عام تدابیر میں صاحب غنی منی نے مزید لکھتے ہیں:

التدبیر للحبلی: ینبغی ان تقی الحبلی جمیع ما یدر البول و الطمث کالحمص و اللویبا و السداب خاصة و یحذرن علیها من وثبة و سقطه و ضربة و خاصة فی اول الحمل و آخر و من الجماع ایضاً فانه یضر کثیراً و یكون سبباً لاسقاط و لیغذین باغذیة لطیفة جیدة الخلط مسکنة للغنی مقویة لفم المعدة کلحوم الدجاج و الدراج و الجداء و یسقیین شراباً ریحانیا یسیرا المقدار و یشرین علی الریق من ربوب الفواکه القابضة الحامضة مثل رب الریاس و الحصرم [غنی منی]

ترجمہ: حاملہ کو ہر اس چیز سے بچنا چاہیے جو پیشاب و حیض لانے والی ہو، جیسے چنا، لوبیا اور سداب خاص طور سے، نیز کوندے، گرنے پڑنے اور جماع سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً حمل کے ابتدائی اور آخری ایام میں، کیونکہ یہ ان کے لیے انتہائی مضر ہے اور اکثر یہ اسقاط کا سبب بن جاتا ہے۔

انہیں لطیف [ہلکی پھلکی]، عمدہ اور ایسی غذائیں دیں، جو متلی کو روکنے اور عمدہ کو تقویت دینے والی ہوں، جیسے مرغ، تیز اور بکری کا گوشت وغیرہ اور تھوڑی مقدار میں شراب ریحانی پلائی جائے اور نہار منہ کھئے اور قابض میوہ جات کے ربوب دیئے جائیں، جیسے رب ریاس [ریوند]، رب حصرم [کچا انگور] وغیرہ۔

ابو بکر محمد بن زکریا رازی نے کتاب الحاوی الکبیر کی جلد نہم، حاملہ کے لیے مختص کی ہے، جس میں ان کے جملہ مسائل کا تذکرہ ہے اور اپنے دور تک کے اطباء کے تجربات قلم بند کیے ہیں۔ تدبیر حوامل سے متعلق بولس کا قول نقل کیا ہے:

بولس: اکثر ما تعرض للحوامل كثرة الفضول و تواتر القئ و التبرق و الخفقان و بطلان شهوة الطعام، قال: و ينفع من ذهاب شهو تهن المشى المعتدل و ترک الطعام الحار جداً و شرب الشراب الأصفر الريحاني العتيق و أما الخفقان يخففه بتجرع الماء الحار و المشى الدقيق و تدثير ما دون الشراسيف بصوف لين. ترجمہ: بولس کے خیال میں حاملہ کے جسم میں فاضل رطوبات کی کثرت ہوتی ہے، بار بار متلی اور قمی آتی ہے، کھانے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے اور دل دھڑکنے کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ ٹھیلنے، گرم غذاؤں کو ترک کرنے اور پُرانی ریحانی شراب پینے سے کھانے کی خواہش کی کمی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ خفقان کو کم کرنے کے لیے گرم پانی تھوڑا تھوڑا پیئیں، بلکہ قدم چہل قدمی کریں اور سینے سے لے کر نیچے کا حصہ ملائم کپڑوں سے ڈھکے رکھیں۔“

مزید لکھتے ہیں:

”و اصلح ما يستعمل الحبالی من الرياضة المعتدلة اسهال الطبيعة باغذية باعتدال و الخبز النقی و لحوم الطير و الاسفيد باجات القليلة الدسم و الشحم و الشراب العتيق الريحاني و الزبيب و الرمان و السفرجل و الگمشري و القواض و التفاح، و تستعمل مكان الطين الحمص المقلو و الحنطة المقلوة [الحاوی الکبیر ج-9] ترجمہ: حاملہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ معتدل ورزش کریں اور قبض کو غذاؤں کے ذریعہ دور کریں۔ غذاء میں عمدہ روٹی، چڑیوں کا گوشت اور شوربہ جات، پھلکے مصلے اور کم چکنائی اور چربی کے ساتھ لیس، پرانی ریحانی شراب پیئیں، مویز، منقی، انار، سفرجل، امرود، سیب اور قابض پھل کھائیں۔ مٹی کی جگہ بھٹنا ہو چنا اور گیہوں استعمال کریں۔“

شیخ الرئیس ابن سینا [وفات: ۱۰۳۷ء] نے القانون فی الطب میں حاملہ

کے مسائل کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جس میں حمل، وضع حمل، تدبیر حوامل، حمل کے دوران لاحق ہونے والے عوارض اور ان کا تدارک، جیسے خفقان الحوامل، طمٹ الحوامل، تورم اقدام الحوامل، اسقاط، تدبیر النفساء، تدبیر المولود، تدبیر شہوت الحامل وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان ساری تفصیلات کا تذکرہ اس چھوٹے سے مضمون میں ممکن نہیں، اس لیے حاملہ سے متعلق کئی تدابیر، ادویہ اور اغذیہ کا ذکر نقل کیا جا رہا ہے۔

تدبیر کلی للحوامل:

”يجب ان يعتنى بتليين طبيعتن دائماً بمايلين باعتدال، مثل الاسفيد باجات الدسمة، و مثل الشير خشت و نحوه اذا اعتقلت الطبيعة جداً، و ان يكلفن الرياضة المعتدلة و المشى الرفيق من غير افراط، فان المفرط مسقط، و ذلك لانهن يتاليين لما عرض لهن من احتباس الطمٹ بان تكثر فيهن الفضول. و يجب ان لا يدمن الحمام، بل الحمام كالحرام عليهن الا عند الاقتراب. و يجب ان لا يدهن رؤسهن، فربما عرض لهن منه نزلة فيعرض السعال، فيزعزع الجنين، و بعده للاسقاط. و يجب ان تجتنب الحركة المفرطة، و الوثبة، و الضربة و السقطة، و الجماع خاصة، و الامتلاء من الغذاء و الغضب و لا يورد عليها ما يغمها و يحزنها، و يبعد عنها جميع اسباب الاسقاط، و خصوصاً في الشهر الاول الى عشرين يوماً، و خصوصاً في الاسبوع الاول و الي ثلاثة ايام من العلوق فهناك يحرم عليها كل مزعزع. و ينظر فيما كتبناه في [حفظ] صحة الجنين. و يجب ان يدثر ما تحت الشراسيف منها بصوف لين.“ [القانون فی الطب]

ترجمہ: حاملہ کو چاہیے کہ وہ ایسی تدابیر اختیار کریں، جن سے ان کا پیٹ صاف رہے اور جب قبض شدید ہو تو پختے شوربے استعمال کریں۔ اعتدال کے ساتھ ورزش اور چہل قدمی کریں، کیونکہ احتباس طمٹ سے ان کے جسم میں فاضل رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے، لیکن زیادہ ورزش سے بچیں، کیونکہ اس سے حمل کے ساقط ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حمام کرنے سے پرہیز کریں، البتہ قرب ولادت حمام کر سکتی ہیں۔ سر میں تیل کی مالش نہ کریں، اس سے نزلہ، کھانسی ہونے کا

اندیشہ ہوتا ہے اور شکم پر دباؤ ہونے سے اسقاط ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ زیادہ محنت و مشقت اچھل کود، گرنے پڑنے، خصوصاً جماع سے احتراز کریں۔ بھر پیٹ کھانا نہ کھائیں، غم و غصہ، رنج و ملال جیسے عوارض سے بچیں اور ان تمام اسباب سے دور رہیں، جن سے اسقاط کا ڈر ہوتا ہے۔ خاص طور سے پہلے ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں، بلکہ استقرار حمل کے ابتدائی تین دنوں میں۔ سینے سے نیچے کا حصہ ملائم کپڑے سے ڈھکے رکھیں۔

حاملہ کی غذاء کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

”و اغذیتھن الخبز النقی بالاسفید باجات و الزیر باجات، و تجتنب کل حریف و مُر کالکبر و الترمس و الزيتون الفج، و کل مدر للطمث کاللوبیا و الحمص و السمسم، و ان اشتھین الطعام فی یوم العلوق فان ابقرط یا مر بسقیھن السویق بالماء، فانه و ان نفخ فھو سریع الغذاء. و شرابھن هو الریحانی الرقیق العتیق، و قد قال بقراط: یسقین شراباً اسود، و یشبه ان یکون عنی بہ الرقیق الاسود، و یکون سوادہ لقوتہ لا لعکرہ و نقلھن الزیب، و السفرجل الحلو، و الکمشی المنبہ للشوة، و التفاح و المر و الرمان المر“ [القانون ج ۳]

ترجمہ: ان کی غذا عمدہ روٹی، شوربہ اور گوشت سرکہ اور لونگ سے بنے ہوئے کھانے [زیر باجات] کے ساتھ دیں، تیکھی اور چرپری جیسی چیزوں کبر، ترمس اور کچا زیتون اور مدر حیض اشیاء لوبیا، حمص اور تل کے استعمال سے اجتناب کریں۔ اگر استقرار حمل کے دن کھانے کی خواہش ہو تو بقراط ستو پانی کے ساتھ دینے کا حکم دیتا ہے۔ ستو اگرچہ نفاخ ہے، لیکن سریع البضم غذا ہے اور ان کو پینے کے لیے پرائی رقیق ریحانی شراب پلائی جائے۔ بقراط انہیں کالی شراب پلاتا تھا، شاید اس سے اس کی مراد رقیق اسودھی، جس میں سیاہی اس کی تیزی کی وجہ سے تھی نہ کہ تلچھٹ کی وجہ سے اور ان کو منقی، بیٹھا، ہی، امرود جو بھوک کو کھولتا ہے، کٹھاسیب اور کھٹانا نار کھلائیں۔

دوران حمل ادویہ کے استعمال کے متعلق لکھتے ہیں:

واما ادویتھن فمثل جوارش اللؤلؤ و نستخنہ: یوخذ لؤلؤ غیر منقوب درھم، عاقر قرھا درھم، زنجبیل و مصطکی

من کل احد اربعة دراهم، زرنباد، درونج، بزر الکرفس، شیطرج، قاقلة، جوزبوا، بسباسة، قرفة من کل واحد، درھمان، بہمن ابیض، بہمن احمر، فلفل، دار فلفل من کل واحد ثلاثة دراهم، دار صینی خمسة دراهم، سکر سلیمانی مثل الجميع و اکثر، الشربة منه ملعقة، فانھا تصلح حال رحمھا، و حال معدتھا، و یجب ان تشتد العناية بمعدھن، و تقوی بمثل الجلنجبین مع العود و المصطکی و نحوہ، و الجوارشات المتخذة من السكر الكثير بافاویة لطيفة لیست بحارة جدا، و بالا ضمدة القابضة المسخنة العطرة. [القانون ج ۳]

ترجمہ: انہیں [حوالہ کو] جوارش لؤلؤ کھلائیں، جس کا نسخہ اس طرح ہے: موتی بلا سوراخ والا، عاقر قرھا، ہر ایک ساڑھے تین گرام، زنجبیل، مصطکی، ہر ایک ۱۳ گرام، زرنباد، درونج، بزر کرفس، شیطرج، قاقلة، دارچینی، ہر ایک ساڑھے سترہ گرام، سکر سلیمانی، تمام دواؤں کے ہموزن یا اس سے زیادہ۔ مقدار خوراک ایک چمچ۔ یہ اس کے رحم اور معدہ کے لیے بہت مناسب ہے۔ ان کے معدہ کا خاص خیال رکھا جائے اور اس کی تقویت جلیجین کے ذریعہ کی جائے، جس میں عود اور مصطکی شامل ہو، ایسے جوارشات سے جو زیادہ شکر، لطیف افادہ، جو زیادہ گرم نہ ہوں، بنائے گئے ہوں اور قابض گرم خوشبودار نہاد استعمال کیا جائے۔

ابن ہبل بغدادی نے [وفات: ۱۲۱۳ء] المختارات فی الطب میں ایک باب حاملہ سے متعلق مختص کیا ہے، جس میں ان کے جملہ مسائل پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ تداویر حبابی کے سلسلے میں ان کا ایک اقتباس ہے:

”و اما التدبیر النافع للحبابی لنلا یسقطن ان یتجنبن جمیع الاغذیة الحریفة و المرۃ کا کبر و الترمس و الزيتون الفج و کذا لک المدردۃ للبول و الطمٹ کالحمص و اللوبیا و السذاب و الکرفس و تحذ و الحركات العنیفة و الطویلة المهزة و الوثیة و السقطۃ و الضربة و طول المقام فی الحمام و الجماع الكثير خاصة فی اول الحمل و آخره و تشرب من الربوب الحامضة القابضة كحماض الاترج و رب الریباس و تاکل السفرجل و الرمان و ان اخذت شیئاً من اقراص

العود خاصة عند النوم انتفعت بها و ترناض رياضة معتدلة و تطيل النوم و تغتذى بالاغذية المحمودة الكيموس كلحوم الدجاج و الدراريح و القباج و الجدى و الخرفان و تخفف الغذاء و تفرقه و تنطيب و تلزم الراحة و الدعة و ترقد على المراقد الوفيرة و تتوقى من الحر و البرد المفترطين و الدخان و الغبار و ارايح الاطعمة المشوقة للشهوة. [الخيارات ج- ۴]

ترجمہ: حاملہ کے لیے نفع بخش تدبیر یہ ہے کہ اسقاطِ حمل سے بچنے کے لیے ان تمام غذاؤں سے خود کو دور رکھیں جو تیکھی اور چرپری ہوں جیسے کبر، ترمس اور کچا زیتون اور مدیجھن ہوں، جیسے حص، لوہیا، سداب، کرفس وغیرہ۔ اس طرح محنت مشقت، کھیل کود، گرنے پڑنے، حمام میں زیادہ دیر ٹھہرنے اور زیادہ جماع کرنے سے بھی احتراز کریں، خصوصاً حمل کے ابتدائی اور آخری ایام میں اور کھٹے اور قابض ربوب جیسے حماض اترج [بجور کا نچوڑا ہوا پانی] ریاس استعمال کریں یہی اور اناز کھائیں، عود کی گولیاں خاص کرات کو سوتے وقت لیں، اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

معتدل ریاضت کریں، لمبی نیند سوئیں اور ایسی غذائیں استعمال کریں، جو جید الکیموس ہوں، جیسے مرغ، چکور، تیتڑ، بیڑ اور بکرے کا گوشت۔

غذاء میں تخفیف کریں، تھوڑا تھوڑا کر کے کئی بار کھائیں، آرام کریں، نرم بستر پر تکیہ لگا کر لیٹیں۔ زیادہ سردی اور گرمی سے بچیں، دھواں، گرد و غبار اور ایسے کھانوں کی خوشبو سے بھی دور رہیں جو خواہش کو بڑھانے والی ہوں۔

داؤد انطاکی [وفات: ۱۵۹۹ء] نے اپنی کتاب تذکرہ اولی الالباب میں

حاملہ کی تدابیر کے سلسلے میں لکھا ہے:

و تدبیر صحتها حنیذ بشرب السکنجبین و اخذ مایولد الدم ان کانت مہزولاً و الا اولی تقلیل الرطوبات لنلا تنزلق النطفة استشباحتها و ینبغی اخذ ما اشتہته فان ترکه یوثر فی المولود قال المعلم و تستمر نوبة الوحام الی الشهر الرابع ثم یضعف قلبا و یعود فی الشهر الخامس حین ینبت الشعر فی راس المولود فنادی بہ حتی تعتاده و من هنا تلزمها الراحة و قلة الرياضة و النزول من عال و ترک نحو الوثبة و

الصحيحة و الرقص و الجماع فاذا دخل الشهر السابع فان وقعت فيه الولادة كانت طبعية و عاش الجنين لانه دور القمر فان لم تلد و دخل الثامن فان ولدت فيه لم يعيش لانه نوبة زحل تحف فيه المادة و تنقل الحركات و ان استمرت فينبغى ان تستعمل الاغذية الجاذبه اولد و تترك الحمام و الادهان حتى يدخل التاسع فهو بيت النقلة و الحركات السعيدة لتدبير المشتري فيه يجب عليها شرب الامواق الدهند و كل مرطب منزلق كالبان و تغسل بطنها بالحلبة و الاشنان و تدهن بنحو دهن البنفسج و اللوز لمافی ذالك من تسهيل الولادة و هل یمكن الزيادة على التاسع قال جالينوس نعم يجوز ان یمتد شهراً آخر و انكر اكل. [تذکرہ اولی الالباب]

ترجمہ: حاملہ کے صحت کی نگہداشت سکتھین پلا کر کریں اور ایسی چیزیں دیں جو خون کو بڑھانے والی ہوں، اگر حاملہ کمزور ہو، ورنہ بہتر ہے کہ جسم سے رطوبات کو کم کیا جائے، تاکہ حمل ساقط نہ ہو۔ حاملہ جو چاہے کھائے، کیونکہ پرہیز سے جنین کی نشوونما کے متاثر ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

متلی اور قی کا سلسلہ چوتھے مہینے تک جاری رہتا ہے، اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے پھر پانچویں مہینے دوبارہ لوٹ آتا ہے، جب جنین کے سر پر بال اُگنے لگتے ہیں پھر حاملہ آہستہ آہستہ اس سے مانوس ہو جاتی۔ پانچویں مہینے کے بعد حاملہ کو آرام کرنا چاہیے، ورزش میں تخفیف کریں، سیڑھیوں سے نیچے اترنے، کھیل کود، رقص اور جماع سے احتراز کریں، یہاں تک کہ ساتواں مہینہ آجائے، اگر اس میں ولادت ہو جاتی ہے تو یہ طبعی ہے جنین زندہ رہتا ہے، کیونکہ یہ قمر کا زمانہ ہے، لیکن اگر ولادت نہ ہو اور آٹھواں مہینہ آجائے اور اس میں ولادت ہو تو جنین زندہ نہیں رہتا، کیونکہ یہ زحل کا زمانہ ہے، اس میں مواد خشک ہو جاتے ہیں، حرکات مشکل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد اگر حمل برقرار رہتا ہے تو اس ماہ میں خشک غذائیں استعمال کریں، آٹھویں ماہ کے ابتدائی ایام میں حمام کرنا، تیل لگانا بند کر دیں، یہاں تک کہ حمل نوے مہینے میں داخل ہو جائے، یہ نقل و حرکت کا زمانہ ہے، کیونکہ یہ مشتری کا زمانہ ہے، اس ماہ میں پکنے شوربے، مرطب اور منزلق غذائیں جیسے دودھ وغیرہ پلائیں، شکم کو میٹھی اور چھڑیلہ سے دھوئیں، روغن بنفشہ اور روغن بادام کی تدبیر کریں۔ یہ ولادت

میں آسانی پیدا کرتا ہے نوے ماہ سے زیادہ حمل کی مدت بڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ جالینوس کے خیال میں بڑھ سکتی ہے جب کہ دوسرے اطباء اس سے انکار کرتے ہیں۔

مآخذ

- ۱- فردوس الحکمت، ابوالحسن علی بن سہیل ربن طبری، ج ۳، ڈائمنڈ پبلیکیشن لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۳۷
- ۲- الحاوی فی الطب، محمد بن زکریا رازی، جلد ۹، دائرۃ المعارف حیدرآباد، ۱۹۶۰ء، ص ۹۳-۱۲۶
- ۳- القانون فی الطب، شیخ الرئیس، ابوعلی الحسین بن عبداللہ بن سینا جلد ۳، مطبع جامعہ ہمدرد، نئی دہلی، ۱۴۱۱ھ، ص ۸۲۶-۸۴۹
- ۴- غنی منی، ابوالمصور الحسن بن نوح القمیری، المجلس المركزي للبحوث فی الطب الیونانی ووزارة الصحة ورفاهية الاسرة حکومتہ الہند، نئی دہلی، ۲۰۰۸ء، ص ۳۳۳-۳۳۴
- ۵- تذکرۃ اولی الالباب و الجامع للجب العجاب داؤد انطاکی الجزی الثانی المجلس المركزي للبحوث فی الطب الیونانی ووزارة الصحة ورفاهية الاسرة حکومتہ الہند، نئی دہلی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۸۲



کشتہ سازی کا تاریخی پس منظر: حقائق کی روشنی میں

☆ حکیم شمیم ارشاد اعظمی

☆☆ حکیم عبدالودود

☆☆☆ حکیم ارشاد احمد

☆☆☆☆ حکیم غفران احمد

میں دیگر مرکبات کے ساتھ تکلیس یا کشتہ کا استعمال دوائی اعتبار سے مذکور نہیں ہے، لیکن عربوں میں اکسیرات کے ذریعہ علاج معالجہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ طب یونانی میں کشتہ سازی کی تاریخ اور اس کے استعمال کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا رہا ہے۔ اطباء کی ایک جماعت کشتہ کے ذریعہ علاج معالجہ کو صرف قبول ہی نہیں کرتی، بلکہ اس فن کی ترویج و اشاعت میں ہمیشہ کوشاں رہی ہے، وہیں دوسری طرف ایک جماعت علاج معالجہ میں کشتہ کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتی ہے۔ جہاں تک کشتہ کی تاریخ کا مسئلہ ہے، اس میں بھی چند اطباء جن کا تاریخی مطالعہ بہت وسیع نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ کشتہ سازی کا فن طب یونانی کے اندر آئیورویک طب کی دین ہے۔ اس کے علاوہ نام نہاد طبی مورخین کا بھی یہی ماننا ہے۔ ایک مقالہ نگار نے یہاں تک لکھ دیا:

”عرب حکماء کشتہ کے استعمال سے ناواقف تھے۔ مسلمان اطباء نے ہندستان آ کر ہی اس فن کو سیکھا اور اپنی طب میں داخل کیا۔“

طب یونانی میں معدنیات اور اس سے تیار شدہ ادویہ کا استعمال زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے، جیسا کہ کحل اور کاجل کا عمل ہے۔ کشتہ سازی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں ادویہ معدنیہ، حیوانیہ اور نباتیہ ادویہ کو احراق و عمل تکلیس کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے۔ ہر مس کے زمانہ سے ہی ادویہ کے احراق کا تذکرہ ملتا ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ طب یونانی میں کشتہ سازی کا فن کوئی نیا نئی ہے، بلکہ اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ عربوں نے بھی اپنے کیمیائی تجربات میں اس عمل کو نہ صرف باقی رکھا، بلکہ اسے عملی طور پر بھی برتا ہے۔ جابر بن حیان اور بعد کے اطباء میں زکریا رازی اور ابن سینا نے اس پر کتاہیں بھی لکھی ہیں، جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ طب یونانی میں یہ فن زیادہ رواج نہیں پاسکا، تاہم طب یونانی میں اس کا چلن ضرور رہا ہے۔ ابتداء میں کسی چیز کو جلانے کے لیے محض ’احراق‘ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جب کہ ’تکلیس‘ کا لفظ بعد میں استعمال میں آیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ طبی قرابادین

☆ لکچر شعبہ علم الادویہ، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، کوٹیکے پالیہ، مگاڈی مین روڈ، بنگلور۔ Email-siazmi@gmail.com

☆☆ ریڈر و صدر شعبہ علم الادویہ، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، کوٹیکے پالیہ، مگاڈی مین روڈ، بنگلور۔ ۹۱

☆☆☆ سابق صدر شعبہ علم الادویہ، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، کوٹیکے پالیہ، مگاڈی مین روڈ، بنگلور۔ ۹۱

☆☆☆☆ ریڈر شعبہ علم الادویہ، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

یہ قول دراصل ویدوں کے تعصب آمیز اقوال پر منحصر ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کا طب یونانی کی تاریخ سے اول تو کوئی ربط و تعلق ہے ہی نہیں، اگر کسی ویدک اسکالر نے زحمت کی تو اس نے ہندوستانی اطباء کی کتابوں اور یہاں کی طبی تاریخ کا مطالعہ کر لیا اور یہ سمجھ بیٹھا کہ یہی طب یونانی ہے۔ راقم حروف یہاں صرف ایک اقتباس نقل کرنا چاہتا ہے، جس سے ان ویدوں کی طب یونانی اور اہل فن سے متعلق عصبیت اور ذہنیت کا اندازہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ کویراج ہر شچندر اپنی کتاب ’کشتہ جات کامل‘ میں لکھتے ہیں:

”بھارت ورش کے اندر پہلے آریو ویدک طریقہ علاج ہی تھا۔ مگر جب سے مسلمانوں کا تسلط ہوا، آہستہ آہستہ یونانی طب کا دور دورہ شروع ہوا اور ایک وقت میں اس حد تک نوبت پہنچی کہ آریو ویدک قریب قریب معدوم ہو گیا اور ہر جگہ یونانی مرکبات اور یونانی علاج کا رواج عام ہو گیا۔ زمانہ کی تبدیلی سے جب مسلمانوں کا زور ختم ہوا اور انگریزی قوم نے اپنا سکہ جمایا تو آہستہ آہستہ انگریزی ادویات کا دور شروع ہو گیا۔ جس نے یونانی نفور، مہجونات اور سفوفات وغیرہ سے عوام میں نفرت پیدا کر دی۔ اس وقت عوام کی رغبت ڈاکٹری کی طرف بڑھتی ہوئی دیکھ کر یونانی طبیبوں نے اپنے مرکبات میں تبدیلی پیدا کرنا شروع کی اور کم مقدار و زود اثر دواؤں کے تیار کرنے کی طرف رجوع ہوئے۔ چنانچہ کشتہ جات کے علم کی طرف ان کا رخ زیادہ ہو گیا۔ کشتہ جات کا علم دراصل ہندی علم ہی ہے اور یونانی طبابت میں اس کا نام تک کہیں دیکھنے میں نہیں آتا اور اس وقت ہندی کتب یا تو زبان میں سنسکرت میں اور یا کوئی ہندی بھاشا میں ہی موجود تھی، جس سے ہندوستانی اطباء مستفید نہ ہو سکتے تھے۔ لہذا انھوں نے سنے سنے طریقہ جات سے کشتہ تیار کرنا شروع کر دیے اور آہستہ آہستہ عام عطاروں تک کشتہ جات کا تیار کرنا ضروری ہو گیا۔ مگر عطاروں نے اپنے ناز طریقہ جات سے دوسرے مرکبات کی طرح انہیں بھی خراب کرنا شروع کر دیا، جس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہونا شروع ہوا۔“

حقیقت تو یہ ہے کہ کشتہ کا استعمال مصر اور چین میں ۲۵۰۰ قبل مسیح سے چلا آرہا ہے اور آریو ویدک میں کشتہ [بھسما] کا باقاعدہ رواج پانچویں اور چھٹی صدی میں ’ارجتا‘ سے ہوا۔ اس بات کا اعتراف خود آریو ویدک

مؤرخین نے کیا ہے۔ طب یونانی میں معدنیات کا استعمال حکیم ہرمس کے زمانہ سے ہی چلا آرہا ہے۔ جہاں تک طب یونانی میں عمل تحریق اور اکسیری ادویہ کے استعمال کی بات ہے تو اس کا رواج آٹھویں صدی قبل مسیح سے ہی ’ہومر‘ کے زمانہ سے ہو گیا تھا۔ ہومر کی نظمیں [ایلید اور اڈیسی] یونانی تاریخ کے ابتدائی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان نظموں کے مضامین کی وجہ سے ہومر کو طب کی تاریخ میں خاص مرتبہ حاصل ہے۔ انہی کی وجہ سے یونانی طب کے متعلق پہلی واقفیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کی نظموں سے پیشہ ور طبیبوں کی طب اور سرجری میں پریکٹس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں بھی دواؤں کے بارے میں معلومات رکھتی تھیں۔ ان میں زخموں اور ان کے مابعد اثرات اور بہتر علاج کا بہت صحیح بیان ہے۔ درد دور کرنے والی اور زخم بھرنے والی دوائیں، دافع جنون جڑی بوٹیوں، برادہ فولاد کا طبی استعمال اور گندھک جلا کر مکان کی صفائی کا ذکر بھی ہے۔

حکیم اجمل خاں کیمیاء اور کشتہ کی تاریخی کے سلسلہ میں اپنی کتاب ’التحقیۃ الحامدیہ فی الصناعۃ التکلیسیہ میں لکھتے ہیں:

”ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کشتہ کا استعمال یونان اور اٹلی میں بھی متداول تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہرمس مصر نے فن کیمیاء ایجاد کیا، اس کے بعد اس فن کو شہرت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ یہ یونان اور اٹلی تک پہنچا۔ اس کے بعد یہ فن عربوں تک پہنچا۔ وہاں کے لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس میں بہت سی کتاہیں اور رسائل لکھے۔ اس سے ان کا مقصد معدنیات کی اصلاح جیسے تانبا کو چاندی اور سونے میں بدلنا تھا۔ یہاں تک کہ براکلوں آیا۔ اس نے اس فن کی غرض و غایت بدل دی اور رواج و اجساد اور متداول ترکیبوں سے بنی ہوئی دوسری اشیاء ابدان و امراض میں استعمال کرنا شروع کیا۔ اس طرح اس نے علاج کا نیا طریقہ ایجاد کیا، جس کا نام اس نے ’اساغرا‘ رکھا۔ یہ لاطینی لفظ ہے، جس کے معنی مختلف چیزوں کو جمع کرنا اور مختلف چیزوں کو متفرق کرنا ہے۔ اطباء اسلام نے اس کا ترجمہ کر کے اسے طب کیمیائی کا نام دیا۔“

حکیم اجمل خاں کی اس عبارت سے ایک مغالطہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہاں براکلسوس کے بارے میں حتمی طور سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی ہے کہ یہ کس زمانہ کا ہے؟ البتہ اس عبارت سے یہ ضرور قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ قدیم زمانہ کا ہی کوئی شخص ہے، جس کا تذکرہ ہرمس کے فوراً بعد آیا ہے۔

حکیم اجمل خاں کی اس عبارت کا آغاز حقیقت برائے کلسوس کی 'طب کیمیا' ہے، مگر اس میں درمیان کا ایک جملہ "نم انتقل الی الاسلامین" چھوٹ گیا ہے، جس سے برائے کلسوس کا زمانہ کا تعین مشکل ہو رہا ہے۔ مسلسل عبارت کچھ اس طرح ہے:

"أول من اخترعه هرمس المثلث المصرى و علمه الكهنه و بعد ذلك شاع حتى وصل الى اليونانيين و صنفوا فى ذلك كتباً و رسائل عديدة، ثم انتقل الى الاسلامين و الفوا فيه كتباً كثيرة و رسائل و المقصود من ذلك اصلاح المعادن و تغييرها من الفساد الى اصلاح كقلب النحاس فضة الفضة ذهباً الى ان جاء برائے کلسوس الجرمانى" [۸]

اب عبارت کا مفہوم بالکل صاف ہو گیا کہ کیمیا کا فن ہر مس کے بعد اٹلی و یونان ہوتا ہوا عربوں کے یہاں پہنچا۔ پھر اس کے بعد برائے کلسوس آیا۔ چنانچہ یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ برائے کلسوس عربی عہد کے بعد کا کوئی شخص ہے، یہ انکیم ایونانی نہیں ہو سکتا۔ برائے کلسوس کوئی اور نہیں، بلکہ جرمنی میں سولہویں صدی میں پیدا ہونے والا Paracelsus [۱۵۵۴-۱۴۹۳ء] ہے۔ جس کا طب یونانی سے دور دور تک کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ تو طب یونانی کا سب سے بڑا مخالف تھا، جس نے سراسر القانون کو نذر آتش کیا تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ جو شخص طب یونانی کا اتنا بڑا مخالف تھا، اسے ہم نے فن کشتہ سازی کی تاریخ میں 'برائے کلسوس الکیم ایونانی' کے نام سے اس فن کے موجد کے طور پر پیش کر دیا۔

کشتہ سازی کا یہ سلسلہ جیسا کہ اجمل خاں نے تحریر فرمایا ہے، طب یونانی کے ہر دور میں مروج رہا۔ ہر مس کے زمانہ سے ہی معدنیات کو جلا [احراق] کر استعمال کرنے کا اشارہ 'کتاب الہرمس' سے ملتا ہے۔ ارسطو طالیس کی کتاب 'آثار علویہ ارسطو طالیس' میں اجار کو جلا کر مدبر کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ اسی طرح اغاٹا ڈیمون نے 'کتاب اغاٹا ڈیمون' میں نحاس کا احراق معتدل حرارت سے کیا ہے۔ اریساوس جس کا تذکرہ ابن ندیم نے جالینوس سے پہلے کیا ہے، نے اپنی کناش کبیر میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مریض کے مٹانہ میں بڑی سی پتھری پیدا ہو گئی، پتھری ٹوڑنے کا ہر علاج میں نے اختیار کیا، مگر قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہوا اور مریض ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک ننھا پرندہ

لے کر حاضر ہوا، کہا یہ پرندہ جس کا نام صفر انغون ہے اور شور مقامات اور جھاڑیوں میں رہتا ہے، پکڑ کر سوختہ کرو اور راکھ صحت یاب ہونے تک استعمال کرتے رہو۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے ایسا ہی کیا، چنانچہ پتھری راکھ بن کر خارج ہو گئی۔

اس طرح جابر بن حیان کا زمانہ آیا۔ اس نے اپنی کتاب 'نخب جابری'، کتاب 'سراسر'، تفسیر ملائم میں معدنیات کے احراق کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے، بالخصوص نخب جابری، جس کا ساتواں باب اعمال صنعت اور اکسیر پر ہے۔ اس میں تصعید زہیق، ذوبان حدید، تکلیس قلعی، تکلیس طلق، تکلیس حدید، تکلیس نوشادر، تشویہ زاج، تصعید کبریت، تحلیل کبریت، تحلیل زرنخ، عقد سیماب وغیرہ کے علاوہ تسحق، تقطیر، تشویہ جیسے اعمال کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جابر بن حیان سے منسوب ایک مدقوق عورت کا کشتہ سیماب سے علاج کا ایک واقعہ کتاب 'شمس المعارف' کے حوالہ سے طبعی کتابوں میں نقل کیا جاتا ہے:

"جابر بن حیان کہتا ہے کہ میں نے ایک مدقوق عورت کو سیماب کا کشتہ دیا، جو ذبول کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ خشکی اور گرمی نے سرایت کر کے اس کی رطوبت بدنیکوفا کر دیا تھا اور طبیوں نے اس کے معالج سے عاجز آ کر اسے موت کے سپرد کر دیا تھا، یعنی اس کا مرض لا علاج سمجھ چکے تھے اور وہ کشتہ سیماب وزن میں بقدر ایک حبه کے یا کچھ کم ہوگا [استعمال ہوگا] پس اس ایک حبه نے اس کے دل کی رطوبت کو محفوظ کیا اور حرارت غریبہ کو سرد کیا اور استزداد کیا اس کی طرف اعتدال نے، پس اس کی طرف خواہش غذا کی ہوئی۔ یعنی وہ الجوع پکارنے لگی اور اس کے اعضاء غذا کی رطوبت کو قبول کرنے لگے، اسے تھوڑے ہی عرصہ میں تندرستی حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ عافیت پا کر وہ ایسی موٹی تازی ہوئی کہ کبھی زمانہ صحت میں بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا دستور تھا کہ وہ ہر سال خون کے غلبہ سے فصد کرایا کرتی تھی۔"

حکیم سید ظل الرحمن نے 'آئینہ تاریخ طب' میں اپنے مضمون 'عہد اموی میں طب کی رفتار ترقی' میں جابر بن حیان سے متعلق اکسیر کے ذریعہ علاج کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

"ادویہ کی مخصوص شاخ اکسیر میں جابر کو خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا۔ اکسیرات کی تیاری کے ذریعہ اس نے بعض معرکہ کے علاج بھی

کیے ہیں۔ چنانچہ تکی بن خالد برکی کی کینری اکسیر سے اس نے جان بچائی۔“

جابر بن حیان کے بعد اکثر اطباء عرب نے اپنی کتابوں میں معدنیات کو کشتہ کی شکل میں استعمال کیا ہے۔ انھوں نے اپنی کتابوں میں احراق اور تکلیس دونوں اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔ تمام اکابر فن، جیسے ابوہل بن ربن طبری نے اپنی کتاب فردوس الحکمتہ میں، ابو العباس الجوسی نے کامل الصناعۃ میں، ابو بکر محمد بن زکریا رازی نے کتاب الحاوی فی الطب میں، ابو علی ابن سینا نے القانون فی الطب میں، ابن رشد نے کتاب الکلیات میں، ابن ہبل نے کتاب المختار فی الطب میں، ابن کثف نے کتاب العمده فی الجراحت میں اور داؤد انطاکی نے تذکرہ اولی الالباب میں ادویہ معدنیہ کے احراق و تکلیس کرنے کا ذکر کیا ہے۔

ان اُمہات الکتب کے علاوہ اطباء نے اپنی دیگر کتابوں میں بھی علاحدہ سے کشتہ سازی سے متعلق کافی اہم مواد فراہم کی ہیں، جیسے رازی نے سر الاسر میں کشتہ بنانے اور اس کے استعمال کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن سینا نے رسالہ فی الحکمتہ المستوریۃ جو عام طور سے رسالہ تکلیس کے نام سے مشہور ہے، میں کشتہ سازی سے ایک عمدہ بحث کی ہے۔ یہ رسالہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ یہی رسالہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں رسالہ کیمیاء کے نام سے موجود ہے۔ بائیس صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں صنعت کیمیاء، صبغہ اور مختلف اقسام کی دھات اور اُپدھات کے احراق و تکلیس کو مفصل طور سے بیان کیا ہے۔ ابن سینا نے تکلیس کی غرض بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اجساد کو تکلیس اس لیے کرتے ہیں کہ وہ پینے کے لائق ہو جائیں، جیسا کہ نمک اور نوشادر کو باسانی پیسا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن سینا نے اس رسالہ میں تصعید، تشویہ، تحلیل، تشمیج وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے۔

حکیم شمس الدین اندلسی [وفات: ۶۷۷ھ/۱۲۷۷ء] نے صنعت تکلیس پر علاحدہ ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب ۴۲ ابواب اور ۴۰۰ فصول پر مشتمل ہے۔ اس میں معدنی دواؤں کی ترکیب استعمال، طریقہ تیاری اور کشتہ سازی پر بہت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک ایسے قلم کار کی یادگار ہے، جس کا ہندستان سے تعلق نہیں ہے۔ اس لیے اس کا مطالعہ اور بھی زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اطباء کا ایک گروہ جسے طب یونانی کی تاریخ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، یہ کہتے ہیں کہ طب یونانی کے اندر کشتہ سازی کا چلن آریو ویدک

طب کا مرہون منت ہے۔ اس موضوع پر ہندستانی مصنفین نے جو کچھ لکھا ہے وہ آریو ویدک معلومات اور مقامی تراکیب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ یہ تجزیہ کیا جاسکے گا کہ قدیم یونانی ذخیرہ میں تکلیس سے متعلق کس قدر مواد موجود تھا اور بعد کے طب کے ہندستانی دور میں اس پر کتنا اضافہ کیا گیا۔ یہ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے۔

اس طرح تکلیس سے متعلق خدا بخش لائبریری میں رسالہ فی تکلیس کے نام سے ۳۰ اوراق پر مشتمل ایک رسالہ موجود ہے۔ اس کا سن کتابت ۱۱۰۰ھ ہے۔ اس مخطوطہ کے بارے میں مفتاح الکنوز الخفیہ میں رسالہ خیلے نادر در تکلیس، لکھا ہے۔ اس رسالہ کا موضوع تکلیس، تشمیج، تحلیل، تشویہ اور دیگر کیمیائی تبدیلیوں سے متعلق ہے۔ اس رسالہ میں کشتہ نحاس کو احراق اور تصدیہ کے عمل سے تیار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مصنف لکھتا ہے، تکلیس النحاس الحرق، تکلیس النحاس التصدیہ، اسی طرح حدید کا کشتہ تحریق، تصدیہ اور تغیم سے تیار کیا گیا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک اور کتاب مطلع النیرین کے نام سے مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں موجود ہے۔ فارسی زبان میں اس کتاب کا تعلق طبی کیمیا اور اکسیری اعمال سے ہے۔ اس کتاب میں مختلف دھاتوں اور اُپدھاتوں کے تصعید، تحلیل، تکلیس، تنقیہ وغیرہ کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۹ ابواب پر مشتمل یہ مختصر رسالہ اس موضوع کی اچھی کتابوں میں شمار کیے جانے کے لائق ہے۔ وزیر الدین بن حسن بن غلام جیلانی نے مولوی حافظ سید محمد ولی حیدر کے لیے ۱۲ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء کو مین پوری میں اسے نقل کیا ہے۔ اس پر محمد ولی حیدر حسینی کے ۱۲۷۵ھ/۱۸۳۵ء کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ صفحات کی تعداد ۳۲ ہے۔ اس مجموعہ میں اسی صنعت میں دوسرا رسالہ برہان اور تیسرا رسالہ فن کیمیا پر جو زکریا رازی کی کسی کتاب کا ترجمہ ہے، شامل ہے۔

خزن الحکمت کے نام سے علم کیمیاء پر ایک منظوم کتاب ہے۔ دراصل ابو بکر محمد بن زکریا رازی اور جابر بن حیان نے اس موضوع پر جو لوازم عربی میں لکھا ہے۔ اسے اس کتاب میں فارسی نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اس میں سیما، نوشادر، زرنیخ اور خواص فلزات کے علاوہ تکلیس و تدبیر، صلاہ، تنقیہ، تصعید، تشمیج، حل اجساد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں موجود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوپاک میں فن کشتہ سازی کی ترویج و اشاعت حکیم اجمل خاں کی مرہون منت ہے۔ بعد کے اطباء نے حکیم اجمل خاں کے اس رسالہ سے تحریک پا کر اردو میں کشتہ سازی سے متعلق قابل قدر کام انجام دیئے ہیں، ان میں معدن الاکسیر، مفتاح الخزان، روح الکیمیاء، صناعت التکلیس اور کتاب التکلیس اس موضوع کی اہم کتابیں ہیں۔

حوالہ جات

- ۱- ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء فی طبقات اطباء، جلد اول، اردو ترجمہ، ۱۹۹۰ء، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ص ۳۳
- ۲- بغدادی، ابن ہبل، کتاب المختارات، جلد دوم، اردو ترجمہ، ۲۰۰۵ء، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ص ۳۰۱
- ۳- ابن سینا، رسالہ فی الحکمۃ المستورۃ، مخطوطہ مخزنہ رضا لائبریری، رام پور، اتر پردیش، ص ۶۹-۶۰
- ۴- اجمل خاں، حکیم، التحفہ الحامدیہ فی صناعت التکلیسیہ، ۱۹۰۶ء، افضل المطابع، دہلی، ص: ۵
- ۵- براکلسوس، کتاب الاکسیر، ۱۳۱۴ھ، مطبع نامی، لکھنؤ، ص ۲
- ۶- جابر بن حیان، مخب جابری، ۱۳۱۳ھ، سی۔ پی۔ پریس ممبئی، ص ۷۰-۵۰
- ۷- ظل الرحمن، حکیم سید، آئینہ تاریخ طب، ۲۰۰۱ء، پبلی کیشن ڈویژن، اے ایم یو، علی گڑھ، ص ۲۷۸، ۱۶۸، ۹۴-۹۳
- ۸- ظل الرحمن، حکیم سید، طب یونانی میں اعلیٰ تعلیم، اصول تحقیق اور مطالعہ مخطوطات، ابن سینا اکیڈمی، علی گڑھ، ۲۰۱۱ء
- ۹- بیدار، ڈاکٹر عابد رضا، طب اسلامی برصغیر میں، ۱۹۸۸ء، خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ص ۲۲۹
- ۱۰- عبدالحمید، مفتاح الکنوز الخفیہ، اشاعت دوم، ۲۰۰۶ء، خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ص ۲۹۸
- ۱۱- فیروز الدین، حکیم محمد معدن الاکسیر، ۲۰۰۷ء، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ص ۱۷
- ۱۲- ہر شچندر، کویراج، کشتہ جات کامل، ۱۹۳۲ء، مارتنڈ، امرتسر، ص ۵

13. Wadud A. et al. Evolution of Drug: A Historical Prespective. Journal Ind. Inst. Hist. Med. Vol XXXVII.2007: 69.80



اسی طرح ’بو العجب‘ کے نام کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس میں صنعت میں کام آنے والی اشیاء اور عقاقیر کی معرفت اور ان کی تدابیر، تشمیع، تطہیر اور احوال، تکلیس اجساد، تدبیر اجساد اور تنقیہ اجساد و ارواح کے علاوہ اکسیرات کی مختلف انواع، اعمال متعلقہ کافور، سم الفار اور ایون وغیرہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ اسی طرح تدبیر کشتن سیماب، زرخ اور فولاد وغیرہ کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حقائق اسرار الطب کے نام سے مسعود بن محمد السجری کی ایک کتاب ہے۔ یہ کتاب تین فنون پر مشتمل ہے۔ فن ثانی کلیات ادویہ سے متعلق اعمال و صناعات کی کیفیات کے بیان میں ہے۔ پھر اس کو ذیلی فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ انہی فصلوں میں ’فی تریبۃ الادویۃ و غسلها و احراقها و غیر ذلک مما یتعلق بہذہ الاعمال‘ کا ذکر ہے۔ یہ تیرہویں صدی ہجری کا مخطوطہ ہے۔

فن تکلیس سے متعلق یہ چند کتابیں مثال کے طور پر لکھی گئی ہیں، جو خالص عربوں کے قلم کی مرہون منت ہیں۔ وہیں اس فن پر ہندوستان میں لکھی گئی ایسی کتابیں بھی ہیں، جن میں جزوی اور کلی طور سے کشتہ سازی سے متعلق تفصیلات موجود ہیں۔ انہیں پڑھنے کے بعد ایسا نہیں لگتا ہے کہ وہ کسی دوسرے فن سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہیں۔ ان میں معدن تجربات، کتاب دستور الہند، مجمع البحرین، گنج باؤ اور، مفید المعالجین، احسن التجارب، قاصح الامراض اور مخزن اکسیر وغیرہ کشتہ سازی سے متعلق ہندوستانی اطباء کی قابل ذکر کتابیں ہیں۔ ہندوستان میں متاخرین اطباء میں حکیم اجمل خاں کی التحفہ الحامدیہ فی صناعت التکلیسیہ کشتہ سازی پر ایک اہم رسالہ ہے۔ یہ رسالہ ہندوستان کے مختلف مطالع سے شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں نہ صرف یہ کہ معترضین کا مدلل جواب دیا گیا ہے، بلکہ کشتہ کی علاج معالجہ میں اہمیت، فوائد اور نقصانات کو بھی بڑے ہی عالمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حکیم اجمل خاں نے کشتہ کے تاریخی پس منظر کو بھی اجمالاً بیان کیا ہے اور اس بات کو بھی کافی اہمیت دی ہے کہ ہندوستان میں ہمیشہ ہی اس فن کا چلن رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”اطباء ہندوستان میں سابقہ میں برابر یہاں کے لوگوں کا کشتہ جات سے علاج کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اب بھی جو اطباء ان اطباء سابقین کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس وقت تک اپنے مریضوں کا کشتہ جات سے علاج کرتے ہیں۔“

حکیم شاہ اہل اللہ پھلتی

☆ حکیم فخر عالم

انہوں نے خادموں کو ہدایت کی تھی کہ کوئی مریض کسی بھی وقت آئے تو مجھے ضرور اطلاع کر دیا کریں۔ شاہ اہل اللہ مطب پر مریضوں کو دیکھنے کے علاوہ ضرورت پڑنے پر ان کے گھر بھی جا کر دیکھتے اور معائنہ اور تشخیص و تجویز کرتے تھے۔

مولوی سید ظہیر الدین عرف ولی اللہی لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے برادر خرد شاہ اہل اللہ ایک ذی علم اور باکمال شخص گزرے ہیں، جو مختلف علوم و فنون میں تبحر رکھتے تھے۔ علاوہ دینی علوم کے آپ علم ویدک، جو ہندستان کا فن طب ہے، بڑے عالم و عامل تھے اور اس فن میں گویا اپنے وقت کے دھنڑ وید تھے، جن کی تشخیص و تجویز نے ہزاروں بیماروں کو، جو لپ گور ہو گئے تھے، پھر سے زندگی بخشی۔“

شاہ اہل اللہ اپنے والد کی حیات تک دہلی میں رہے اور ان کے انتقال کے بعد وہ پھلت منتقل ہوئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ پھلت ضلع مظفر نگر، یوپی کا ایک قصبہ ہے، جو شاہ صاحب کا نھیال بھی تھا اور جائے پیدائش بھی۔ شاہ ولی اللہ بھی یہیں پیدا ہوئے تھے اور ابتدائی عمر میں ان کا قیام عموماً پھلت میں رہتا تھا۔

شاہ اہل اللہ نے ۱۷۷۶ء میں قصبہ پھلت میں وفات پائی اور یہیں درگاہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ شاہ اہل اللہ کے کچھ تبرکات اب تک یہاں میں موجود ہیں۔

حکیم شاہ اہل اللہ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بھائی تھے۔ ہندستان میں ان کے خاندان کو علماء کے ایک نہایت عالی مرتبت خانوادے کا اعزاز حاصل ہے۔ قرآن، حدیث اور علوم اسلامیہ کے سلسلہ میں اس خاندان کو مرجعیت کا مرتبہ حاصل رہا ہے۔

حکیم شاہ اہل اللہ اسی علمی گھرانہ میں ۱۱۱۹ ہجری مطابق ۱۷۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد شاہ عبدالرحیم، بڑے بھائی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دوسرے اساتذہ سے اسلامیات، عقلیات اور طب کی تعلیم حاصل کی۔

حکیم شاہ اہل اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم بھی حکیم تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مطابق شاہ عبدالرحیم مختلف علوم میں مہارت رکھتے تھے، مگر طب سے ان کے مزاج کو خصوصی مناسبت تھی۔

شاہ عبدالعزیز [شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے] کا بیان ہے کہ ان کے خاندان میں طب کا قدیم سلسلہ تھا۔ ان کے جد امجد بھی طب سے وابستہ تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے مطابق شاہ اہل اللہ ایک ماہر طبیب تھے۔

تحصیل علوم کے بعد شاہ اہل اللہ نے غیر مستقل طور پر مطب کا سلسلہ شروع کیا۔

مطب و معالجہ سے شاہ اہل اللہ کی مستقل وابستگی حد درجہ کی تھی۔

☆ ریسرچ آفیسر [طب یونانی]، ایس ۲، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تالیفات:

انفاسِ رحیمی، تخریجِ احادیثِ ہدایہ، تلخیصِ ہدایہ، اصولِ فقہ، تفسیرِ قرآن، چہار باب، کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ، ان کے علاوہ عقائد اور سلوک پر کئی کتابیں ان کی قلمی یادگار ہیں۔

۱- ترجمہ موجز القانون:

شاہ اہل اللہ نے طب کی معروف درسی کتاب موجز القانون کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ ترجمہ کے ساتھ انہوں نے اس میں کئی اور ضروری مسائل کا اضافہ بھی کیا تھا۔ اس ترجمہ کا ایک خطی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

شاہ صاحب کی یہ تالیف ۵۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”ہر چند کہ اس کتاب کی بڑی تعداد میں شرحیں لکھی گئی ہیں، لیکن فارسی داں طبقہ اس اہم کتاب کے مطالعہ سے محروم ہے، لہذا ان کے استفادہ کے لیے اس کا ترجمہ بعض مفید اضافوں کے ساتھ پیش ہے۔“

۲- تکملہ ہندی، تکملہ یونانی:

طبی دنیا میں شاہ صاحب کی شخصیت انہیں دونوں تکملوں کے ذریعہ متعارف ہے۔ تکملہ ہندی اور تکملہ یونانی کا شمار طب کی اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں تکملے معالجات اور ادویہ کے موضوع پر ہیں۔ تکملہ یونانی کے آغاز میں لکھتے ہیں:

”موجز کے فارسی ترجمہ سے فراغت کے بعد میں نے سوچا کہ خنبائے یونانی کو بھی جمع کر دوں۔“

اسی طرح تکملہ ہندی کے آغاز میں فرماتے ہیں:

”تکملہ یونانی کے ساتھ میں نے سوچا کہ ادویہ ہندیہ بھی مرتب کر دوں۔“

یہ دونوں تکملے مولوی سید ظہیر الدین عرف سید احمد ولی اللہی نے مطبع احمدی دہلی سے شائع کیے ہیں۔ مولوی سید ظہیر الدین، شاہ خاندان کے متاخرین میں ہیں۔ انہوں نے مطبع احمدی کو شاہ ولی اللہ کے نام، احمد سے منسوب کیا تھا۔ اس مطبع کے قیام کا مقصد شاہ خاندان کی ادبیات کو منظر عام پر لانا تھا۔ ان تکملوں پر طباعت کا سن درج نہیں ہے، لیکن

ان کے سن طباعت کی تخمین یوں کی جاسکتی ہے کہ نزہۃ الخواطر کے مؤلف مولانا سید عبدالحی حسنی جب ۱۸۹۴ء میں مولوی سید احمد سے دہلی میں ملے تھے تو اس وقت یہ کتاب زیر طباعت تھی۔

شاہ اہل اللہ نے اپنی کتاب چہار باب کے آخری [چوتھے] باب میں جو ۲۶ نصح لکھے ہیں، ان میں ایک نصحت یہ لکھی ہے کہ اپنی زندگی اور صحت و تندرستی کو غنیمت سمجھو اور بے ضرورت اسے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بیمار ہونے کی صورت میں کسی حاذق طبیب سے رجوع کرو اور خود کو اس کے اختیار میں دے دو۔ پرہیز، دواء، اور غذاء سے متعلق اس کی ہدایات کی پابندی کا التزام کرو اور دورانِ علاج دوسرا طبیب نہ بدلو، تا آنکہ موجودہ طبیب سے کوئی بڑی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔

شاہ اہل اللہ نے طب سے متعلق نہایت پیش قدر علمی سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔ مگر چونکہ ان کی طبی تصانیف موجودہ زمانہ میں ناپید ہونے کے باعث اہل طب کی دسترس سے دور ہیں، لہذا مغلیہ دور کی یہ اہم طبی شخصیت طبی حلقہ میں گمنام ہے۔ اس لیے طب سے متعلق ان کے علمی آثار کو سامنے لائے جانے کی ضرورت ہے۔

حوالہ

- ۱- شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، حکیم محمود احمد برکاتی، مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء
- ۲- شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب، حکیم محمود احمد برکاتی، مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، اشاعت دوم ۲۰۰۶ء
- ۳- نزہۃ الخواطر، جلد ۶، عبدالحی حسنی، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۷۸ء
- ۴- تاریخ روابط پزشکی ایران و پاکستان، حکیم نیر واسطی، عکسی اشاعت، موسسہ مطالعات، تاریخ پزشکی طب اسلامی و مکمل ایران، بہمن ماہ ۱۳۸۲
- ۵- قانون ابن سینا اور اس کے شارحین و مترجمین، حکیم سید ظل الرحمان، پبلی کیشن ڈویژن، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء
- ۶- دہلی اور اس کے اطراف، حکیم سید عبدالحی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، اشاعت دوم ۲۰۰۶ء



علم الجراحت میں ابوالقاسم زہراوی کی اختراعات — ایک جائزہ

☆ حکیم وحید الزماں

بارے میں بھی مورخین مختلف الرائے ہیں۔

ابوالقاسم زہراوی نے طب اور دیگر علوم حکمیہ کی تعلیم قرطبہ میں حاصل کی، جو اس وقت صرف مغربی خلافت اسلامیہ کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کا مرکز ہی نہ تھا، بلکہ علوم قدیمہ اور فنون حکمیہ کا سرچشمہ بھی تھا۔^[۲] اس وقت وہاں تین سو مساجد، ساٹھ ہزار محلات، عام لوگوں کے لیے دو لاکھ مکانات اور سات سو حمام تھے، اس شہر علم و دانش میں دس لاکھ افراد رہائش پذیر تھے، جن کی صحتی نگہداشت کے لیے حکومتی سطح پر تقریباً پچاس شفاخانے قائم تھے۔ قرطبہ کے شاہی کتب خانے میں کم و بیش دو لاکھ پچیس ہزار علمی و فنی کتابیں تھیں۔^[۳] قرطبہ کی یونیورسٹی اس زمانے میں مغرب کی سب سے بڑی یونیورسٹی تھی، جس میں مختلف مضامین کے عالی مرتبت دانشور اور علماء درس و تدریس اور تحقیق و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ ابوالقاسم زہراوی نے اس ماحول سے بھرپور استفادہ کیا اور مختلف طبی علوم، بالخصوص علم الجراحت میں کمال حاصل کیا اور قرطبہ کے شاہی شفاخانے سے وابستہ ہو گیا۔^[۴] یہاں انہوں نے عملی تحقیق کا آغاز کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے دور کا سب سے بڑا جراح تصور کیا جانے لگا۔

ابن ابی اصیبعہ اور جمال الدین القفطی کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں طب کے دیگر شعبہ جات کی طرح علم الجراحت بھی عروج پر تھا، مغرب میں غرناطہ، اشبیلیہ اور مشرق میں بغداد اور دمشق کی طبی

علم الجراحت کے حوالہ سے یونانی طب کا علمی سرمایہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس شعبہ طب کے اولین علمی حوالہ بقراط [۳۶۰-۳۰۰ قبل مسیح] کے یہاں ملتے ہیں۔ بعد کے ادوار میں جالینوس [وفات: ۲۰۱ء]، ابوبکر محمد بن زکریا رازی [وفات: ۹۲۵ء] اور ابن سینا [وفات: ۱۰۳۷ء] کے یہاں اس موضوع پر خاصا لوزمہ ملتا ہے، لیکن اس کو آفاقیت کے عناصر دسویں صدی عیسوی میں ابوالجراحت [Father of Surgery] ابوالقاسم خلف بن عباس الزہراوی کی تالیف 'التصریف لمن عجز عن التالیف' کے جراحی مباحث سے ملے۔

ابوالقاسم زہراوی نے اپنی اس تالیف میں نہ صرف جراحت کے مختلف اعمال کا تذکرہ کیا ہے، بلکہ دوسو سے زائد آلات جراحت کی تکوین بھی کی ہے، جو ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ آج بھی رائج ہیں۔

ابوالقاسم زہراوی کا شمار اندلس کے عربی دور حکومت کے ایک بلند پایہ، یگانہ روزگار، جلیل القدر معالج اور سرجن کے طور پر ہوتا ہے۔ ان کے اجداد کا تعلق ہسپانیہ سے تھا۔ زہراوی تقریباً ۹۳۶ء میں قرطبہ کے قریب مدینۃ الزہراء میں پیدا ہوئے، جسے امیر عبدالرحمن سوم نے اپنی حرم 'زہراء' کے نام پر آباد کیا تھا، اسی مناسبت سے ابوالقاسم زہراوی کے لقب سے ملقب ہوئے۔^[۱] زہراوی کے حالات زندگی کے بارے میں ہماری معمولات بہت محدود ہیں، اسی لیے ان کے سن وفات کے تعیین کے

☆ ریسرچ آفیسر [یونانی طب]، ایس ۴- سنٹرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، لکھنؤ

درس گاہوں اور شفا خانوں میں اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کا نظم تھا۔ لاشوں کے ڈیسکشن کا اہتمام تھا اور ان شفا خانوں میں مریضوں پر اعمالِ جراحات کا بھی عام رواج تھا۔ [۵] حکیم سید علی احمد نیر واسطی لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کے عہد میں طبی نظامات نہایت اعلیٰ صورت میں تھے۔ ہسپتالوں میں طلباء کو سرجری کی نہایت اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی، وہاں ان کو ہڈیوں کے کاٹنے، جوڑنے حتیٰ کہ آنکھ، ناک، کان، حلق، زبان، اعضاءِ بطن، معدہ، جگر و مثانہ وغیرہ تمام اعضاءِ ظاہری باطنی کے عمل بالید کے طریقے عملی طور پر سکھائے جاتے تھے۔“ [۶]

علم الجراحات کے حوالہ سے ابوالقاسم زہراوی کی خدمات کا اعتراف ہر دور میں ہوا ہے اور مشرق و مغرب کے تمام مقتدر مورخین نے ان کا تذکرہ اختصاص کے ساتھ کیا ہے۔ زہراوی کو تصنیف و تالیف سے بھی بڑی مناسبت تھی، وہ طبِ علمی و عملی میں مہارت رکھتے تھے، انہوں نے جو کچھ بھی لکھا، عمل سے گزر کر لکھا، اسی لیے ان کی تحریروں میں عملی عناصر کی بھلک زیادہ ہے، درحقیقت کسی چیز کو برت کر لکھنے میں جو داخلیت اور جامعیت آتی ہے اس کا مشاہدہ زہراوی کی تحریروں میں خوب خوب ملتا ہے۔

مورخین نے ابوالقاسم زہراوی کی متعدد تالیفات کی نشاندہی کی ہے، لیکن ان میں سب سے زیادہ پذیرائی ’التصريف لمن عجز عن التالیف‘ کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ [۷] یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے اور طب کے علمی اور عملی، دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کا عملی حصہ جو عمل بالید سے تعلق رکھتا ہے، بیشتر اہل علم نے اسی حصہ کو جدید علم الجراحات کی اساس قرار دیا ہے۔ ہماری آج کی تحریر کا محور یہی حصہ اور اس کے حوالہ سے زہراوی کی عملی خدمات ہیں۔

ابوالقاسم زہراوی نے ’التصريف لمن عجز عن التالیف‘ کے اس حصہ میں تقریباً تمام اعمالِ جراحیہ کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ تین ابواب میں منقسم ہے:

پہلا باب: کئی بالناز اور کئی بالذو— یہ باب ۶۵ فصول پر مشتمل ہے۔
دوسرا باب: فصد، ججامت، خراجات، اخراج سہام— یہ باب ۹۶ فصول پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب: جبر، خلع اور وٹی [اکھڑنا]— یہ باب ۲۳ فصول پر مشتمل ہے۔

ان تینوں ابواب کی فصول میں حسب ضرورت عملیہ کے طریقوں اور ان سے متعلق آلاتِ جراحات کی تصاویر نقش کی گئی ہیں، جن سے فن کی تفہیم کے ساتھ ساتھ عملیہ بھی آسان ہو جاتا ہے۔

ابوالقاسم زہراوی نے اس میں دوسو سے زائد آلاتِ جراحیہ کی تکوین کی ہے، جن میں چند کا بطور نمونہ یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے:

مناس :	موچنہ
مسلط :	سوزان [سوئی] کی ایک قسم
مقلاع الاسنان :	دانت اکھاڑنے کا آلہ
قائطیر :	آلہ اخراج بول [کیتھیٹر]
مخفن :	آلہ حقتہ
مقراض :	قینچی
منشار :	آری
سکلتین :	چھری
ايرعقفا :	سوزن آہنی [سوئی]
کلوب :	زنبور ہندی
منضجہ :	زرارہ [پچکاری]
مبرد :	سوپان
مفصد :	فصد کھولنے والا نشتر
مبزغ :	بريطار [جانوروں کا طیب] کا نشتر
مبضع :	جراح کا نشتر
مجراف :	جراحیوں کی سلانی، جس سے زخم کی گہرائی معلوم کرتے ہیں
ملقاط :	چمچی

ابوالقاسم زہراوی نے ان آلات کے استعمال کے مواقع کے علاوہ ان کے استعمال کے طریقے بھی بتائے ہیں ان میں بسط، قبض، ربط، شد، مد، بط، جدع، قدح، جرح، قعق، جث، غمز، جبر، کسر کے اعمال کو بروئے کار لاتے ہوئے کئی الاجفان، تشمیر لعین، قطع ورم لہا، جرد الاسنان، قلع الاسنان، تشبیک اضراس متحرکہ، شق ورم شریانی و ویدی، شق خنازیر، بزل استنقاء، اخراج حصاة، بطخراج الرحم، اخراج جنین میّت، خرم بوا سیر، جراحی بطن،

حوالہ جات

- ۱- جراحیات زہراوی: ص ۱
- ۲- طب العرب: ص ۲۲۰
- ۳- عربین میڈیسن: ج ۱، ص ۵۷
- ۴- طب العرب: ص ۲۲۲
- ۵- ایضاً: ص ۲۲۲
- ۶- ایضاً: ص ۲۲۲
- ۷- عیون الانباء فی طبقات الاطباء: ج ۲، ص ۱۲۵-۱۲۴
- ۸- طب العرب: ص ۲۲۸-۲۲۷
- ۹- عربین میڈیسن: ج ۱، ص ۸۶

کتا بیات

- ۱- علوی کا کوروی [۱۹۴۷ء]، الزہراوی، مقدمہ، نامی پریس، لکھنؤ
- ۲- واسطی، حکیم نیر واسطی [۱۹۹۰ء طبع دوم]، طب العرب، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
- ۳- کیمبل، ڈاکٹر ڈونالڈ، عربین میڈیسن: ج ۱، لندن

خیاطت امعاء، نشر عظام، قطع اطراف، جبر الترقوہ اور سل العرق المدنی کو بہت وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور ہر آپریشن کے ضمن میں اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات اور معلومات بھی درج کی ہیں۔ [۸]

ابوالقاسم زہراوی کی تالیف کے اس حصے کے دنیا کی پیشتر علمی زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ اس کا پہلا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۷ء میں وینس سے، اس کے بعد ۱۵۰۰ء میں لوکے ٹس سے ۱۵۳۴ء میں اسٹریبرگ اور ۱۵۴۱ء میں باسل سے شائع ہوا۔ اس ترجمے کی شروح بھی لکھی گئیں۔ اس کا فرانسیسی زبان کا ترجمہ ۱۸۸۱ء میں طبع ہوا۔ جراحیات زہراوی کے نام سے اردو ترجمہ حکیم نثار احمد علوی کا کوروی نے کیا، جو لکھنؤ سے ۱۹۴۷ء میں طبع ہوا۔ ابھی حال ہی میں سی سی آر یو ایم، نئی دہلی سے اس کی باز اشاعت عمل میں آئی ہے۔

ابوالقاسم زہراوی کی اس تالیف کے اثرات کا جائزہ اپنے آپ میں بڑی حلاوتیں اور رعنائیاں رکھتا ہے۔ یہ حصہ صدیوں مغرب کی طبی درس گاہوں کے نصاب میں شامل رہا ہے۔ ڈاکٹر ڈونالڈ کیمپبل نے اس کو فن جراحی کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا ہے۔ [۹] حقیقت یہ ہے کہ آج کے جدید علم الجراحیات کی بنیاد بھی اسی پر ہے۔



غذائے انسانی: فصولِ اربعہ کے حوالہ سے ایک مطالعہ

☆ حکیم جاوید احمد خاں

☆☆ حکیم منصور احمد صدیقی

☆☆☆ حکیم تنزیل احمد

☆☆☆☆ طبیبہ شگفتہ کلہت

صحیح صورت میں قائم رہنے کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ہیں، لیکن ناموافقیت کی صورت یہی انسانی زندگی کے لیے ہلاکت کا سامان ہے، چونکہ ہر فصل یا موسم کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے، اسی لیے وہی غذائیں بہتر ثابت ہوتی ہیں، جو اس کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں۔

فصلِ ربیع:

موسمِ ربیع یا موسمِ بہار مارچ، اپریل اور کسی حد تک مئی پر مشتمل ہوتا ہے اور ربنِ طبری وابنِ سینا کے بقول اس کا مزاج معتدل ہوتا ہے، خواہ حرارت یا برودت کے لحاظ سے معتدل ہو، یا ہمارے ابدان اور خون کے لحاظ سے معتدل ہو، کیونکہ یہ موسم جاڑے اور گرمی کے درمیان کا ہوتا ہے جب کہ ابنِ ہبل بغدادی کے مطابق حارِ رطب ہوتا ہے۔ یہ موسم تمام موسموں کی نسبت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ موسمِ ربیع میں لطیف غذاؤں کے ساتھ مفرح اور حرارت کو بجھانے والے مشروبات، مثلاً شربت انار ترش

خالق کائنات نے انسان کو اس دارِ فانی میں پیدا کیا اور یہاں اس کو زندگی کے تمام لوازمات سے مزین کیا، اسی کے ساتھ ایک اہم جزء لاحقہ کو بھی جوڑ دیا کہ وہ اس دنیا میں چاہے جتنے برس قیام پذیر ہے، اس کو ان چار موسموں سے ہمکنار ہونا پڑتا رہے گا اور یہی چاروں فصول اس کی زندگی کے اندر موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے صحت و مرض سے منسلک ہوتے رہیں گے۔ کہیں یہ موسم انسانی زندگی اور اس کی صحت کے لیے موزوں ہوں گے تو کہیں یہ بیماری کی خبر لے کر اس کی زندگی میں داخل ہوں گے۔ خالق کائنات نے ان موسموں کے ساتھ جاندار کے لیے غذاؤں کا ایک ایسا انمول تحفہ عنایت کیا، جو اس کی زندگی کے لیے لازمی ہیں، جس کے بغیر اس کے وجود کا قیام اس دارِ فانی میں ممکن نہیں۔ یہی غذائیں جہاں نوعِ انسانی کی بقاء اور صحت و توانائی کے لیے ضروری ہیں، وہیں یہ مختلف موسموں کے ساتھ اس کے موافق ہونے کی صورت میں صحت کے

☆ لکچر، شعبہ معالجات، ہینشل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، بنگلور jvd.khan@gmail.com

☆☆ پروفیسر و صدر، شعبہ معالجات، ہینشل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، بنگلور

☆☆☆ ریڈر، شعبہ معالجات، ہینشل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، بنگلور

☆☆☆☆ لکچر، شعبہ علم الادویہ، جامعہ طبیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی

اور کچھین لیمونی استعمال کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہ اشیاء مواد جسمانی میں حرکت پیدا نہیں کرتی ہیں اور جوش و بیجان سے بچاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی اغذیہ استعمال کرنی چاہئیں، جو مزاجاً معتدل ہوں، مثلاً مرغ کے چوزے، تیز و تہو کا گوشت اور نیم برشت انڈے۔

موسم ربیع میں عام طور سے قوت باضمہ کمزور ہو جاتی ہے، اس لیے ثقیل و کثیف، تلی ہوئی اور میٹھی غذاؤں سے احتیاط برتنی چاہیے، جو اور گیہوں سے بنی ہوئی غذائیں زیادہ استعمال کرنی چاہئیں۔ مسخنت اور مرطبات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ابن سینا القانون فی الطب میں فصل ربیع کی غذائی تدابیر کے تعلق

سے لکھتے ہیں:

”گوشت و شراب کے اقسام میں سے ان ساری چیزوں کو چھوڑ دیا جائے، جو گرمی و رطوبت زیادہ پیدا کرتی ہیں۔ غذاء کی مقدار میں کمی کر دینی چاہیے اور کھانا کھاتے وقت یکبارگی پیٹ نہ بھر لیا جائے، بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے چند بار میں غذا کھائی جائے۔ ایسے ٹھنڈے شربت اور ربوب استعمال کیے جائیں، جو حرارت کو بھانے والے ہوں اور گرم مشروبات، ربوب اور ساری کڑوی اور نمکین اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔“

فردوس الحکمت میں ربن طبری موسم ربیع اس کے مزاج اور غذاء کے

ضمن میں لکھتے ہیں:

”موسم ربیع میں صحت کے لیے ایسی تدابیر اور غذاء استعمال کی جائیں جو معتدل ہوں، جیسے مرغ کے چوزے، تیز، بکری کا ایک سالہ بچے کا گوشت اور نیم برشت انڈے۔ کاشت شدہ سبزیاں مثلاً خرف، کاسنی اور جریب وغیرہ۔ اسی طرح بھیڑ کا تازہ دودھ یا بکری کا دودھ جس کو خرف، کاسنی، جریب اور کرفس کھلایا گیا ہو۔ کھانے سے پہلے تڑش سبب معدے کو تقویت دیتا ہے۔ سبب قوت قابضہ اور خوشبو کی وجہ سے معدے کے فعل کو بہتر کرتا ہے۔ شہد ملا ہوا مطبوخ اور شراب پینی بہتر ہے۔“

زکریا رازی موسم ربیع کے تعلق سے کتاب المنصوری میں لکھتے ہیں:

”اس موسم میں قبل اس کے کہ گرمی شدید ہو جائے، فصد اور اسہال لے لینا چاہئے۔ شراب پینے، گوشت اور مٹھائی کے کھانے میں بھی کمی کر دینی چاہیے، خاص طور پر ان لوگوں کو جن کو امتلائی بیماریاں عارض ہوتی رہتی ہوں۔ ربیع کے موسم میں ویسی ہی لطیف اور ٹھنڈی

غذائیں استعمال کریں، جیسی کہ گرمی میں استعمال کی جاتی ہیں“
سید اسماعیل جرجانی ہفِ علائی میں فصل خریف کی غذاء کے تعلق سے رقمطراز ہیں:

”موسم بہار میں مواد کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ کوشش دو طریقے سے ہو سکتی ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ کھانا کم اور غذاء ہلکی لی جائے، بلکہ غذاء ہونے کے باوجود بھر پیٹ نہ کھایا جائے۔ کھانا کھانے سے قبل ہر بار تھوڑی ریاضت کر لی جائے۔ گرم تر کھانوں، جیسے گوشت کی زیادہ مقدار، شراب، کڑوی اور نمکین غذاؤں سے پرہیز کیا جائے۔ دوسرا طریقہ استفراغ کرنا ہے۔“

ابن نفیس موسم ربیع کی غذا کے بارے میں بحث کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

”اس موسم میں حرارت بھانے والی [مطقیات] اور مواد کو ساکن کرنے والی چیزیں [مسکنت] استعمال کرنی چاہیے یعنی مواد کو حرکت اور اس کے جوش کو بھانے والی چیزیں استعمال کرنی چاہئیں، تاکہ یہ چیزیں موسم کے مزاج کا مقابلہ کر سکیں۔ گرمی پیدا کرنے والی تمام اشیاء [مسخنت] سے بچنا چاہیے، تاکہ ایسی چیزیں مواد میں حرکت پیدا کر کے موسم کے مزاج کی امداد نہ کریں اور مواد زیادہ گرم نہ ہو جائیں۔ اس موسم میں غذا کم کھانی چاہیے، کیونکہ اس موسم میں تعطل کے سبب سے اخلاط کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے، اس لیے ایسی حالت میں یہی مناسب ہے کہ مزید آنے والی غذا کی مقدار کم ہو، تاکہ عروق و مجاری میں مقدار کی زیادتی سے تناؤ نہ پیدا ہو، وہ پھٹنے نہ پائیں، نیز یہ ایسے اہم اعضاء کی طرف نہ گریں جو موت و ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔ شراب مزوج زیادہ پینی چاہیے [جس میں پانی ملا یا گیا ہو] کیونکہ ایسی شراب [شراب مزوج] چونکہ رقیق ہونے کی وجہ سے اعضاء میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرا کرتی، اس لیے اس سے بدن میں گرمی بھی کم پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسی شراب پانی کو اعضاء تک پہنچا دیتی ہیں اور پانی کا مزاج چونکہ بار در طب ہے، اس لیے اس سے موسم کی حرارت کا اثر کم ہو جاتا ہے اور اس کی تعدیل ہو جاتی ہے اور ایسی شراب میں چونکہ پانی کی طبیعت اور اس کا مزاج غالب ہوتا ہے، اس لیے اس میں گرمی اور خشکی بھی نہیں باقی رہتی۔ نیز پانی ملائی ہوئی شراب صفر کا ادرار کرتی ہے [جس سے بدن کی حرارت کم ہو جاتی ہے۔]“

فصل خریف:

ہو کر بھی نہ سوسیں، نہ ہی بھوک اور پیاس زیادہ برداشت کریں، نہ ہی پیٹ کو کھانے اور پانی سے خوب بھرا جائے، شراب پیئیں بھی تو خوب آمیزش کر کے اور اتنی مقدار میں جتنی طبیعت کو ضرورت ہو، جس کے پینے کے بعد معدہ میں تمدد عارض نہ ہو اور نہ ہی معدہ میں بھاری پن پیدا ہونے پائے۔ موسم خریف میں زیادہ تر پرہیز کرنا چاہیے۔

ربن طبری فردوس الحکمت میں موسم خریف کی غذاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس موسم میں بھیڑ، چوزے اور مرغابی کے گوشت کو چغندر، ہلیون، جرجیر ڈال کر پکائیں۔ میٹھی چیزیں کھانا بہتر ہے، جیسے زیت مغسول شکر سے تیار کیا ہوا، بیضہ نیم برشت، آگور، خشک انجیر اور منقہ وغیرہ۔ میٹھی خوشبودار شراب پیئیں۔ گرمی کے مقابلہ میں زیادہ پیئیں، کیونکہ شراب کی مٹھاس کا میلان رطوبت کی طرف ہوتا ہے۔ سوداء پیدا کرنے والی چیزوں سے گریز کریں۔“

کلیات نفیسی میں ابن نفیس کے بیان کردہ رموز و نکات کی نشاندہی کرتے ہوئے حکیم محمد کبیر الدین لکھتے ہیں:

”موسم خریف میں ان ساری چیزوں سے بچنا چاہئے جو بدن میں خشکی پیدا کرتی ہیں، تاکہ ایسی چیزیں بدن کے اندر بیوست پیدا کرنے میں موسم کے مزاج کی اور بھی مددگار نہ بن جائیں۔ اس موقع پر کہا جاسکتا ہے کہ اس لحاظ سے خشکی پیدا کرنے والی اشیاء سے موسم گرما میں زیادہ پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ موسم تمام موسموں سے خشک ہے۔ مرطوب میوے زیادہ نہ کھانے چاہئیں۔ اس سے بخار پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے میووں میں مائیت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ اس موسم میں مختلف قسم کی [گاہے گرم اور گاہے سرد] ہوائیں چلتی ہیں اور قوت ہاضمہ خراب ہوتی ہے، چنانچہ اس قسم کے میوے اس موسم میں بدن کے اندر جلد متعفن ہو کر عفونی بخار پیدا کر دیتے ہیں۔“

فصل صیف:

موسم صیف مئی، جون اور جولائی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس موسم کا مزاج حار یا بس ہوتا ہے۔ موسم گرما میں سورج کی کرنیں عمودی پڑتی ہیں، جس سے حرارت بڑھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے جسم انسانی میں پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ اس لیے ٹھنڈے مشروبات اور میٹھی چیزوں کا استعمال صحت کے لیے مفید ہوتا ہے۔ موسم گرما میں شراب کا استعمال مضر ہوتا ہے۔ اس موسم میں

موسم خزاں [خریف] کا زمانہ آخری ستمبر سے لے کر نومبر تک ہے۔ اس فصل کا مزاج بھی اعتدال کے قریب ہوتا ہے، لیکن بہ لحاظ رطوبت و بیوست معتدل نہیں ہوتا، بلکہ مائل بہ بیوست ہوتا ہے، اس لیے کہ خریف کے قبل موسم صیف ہوا کو خشک کر دیتا ہے۔ برسات کے فوراً بعد اس موسم میں سورج سے جسم کو تیز حرارت کے پہنچنے سے جسم میں صفراء جمع ہو جاتا ہے اور اس میں فساد لاحق ہو جاتا ہے۔ لہذا اسی نکتہ کے مد نظر اس موسم میں میٹھیں، ہلکی، ٹھنڈی اور تلخ قسم کی غذائیں معتدل مقدار میں استعمال کرائیں، تاکہ صفراء میں کمی کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ اشتہاء بڑھ جائے اور اس موسم میں شحم، روغن و آبی جانوروں کا گوشت وغیرہ کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے۔ اس موسم میں ایسی غذائیں استعمال کریں، جو کسی قدر گرم تر ہو، اس کے علاوہ اس موسم میں ترمیوؤں سے اجتناب ضروری ہے۔

ابن سینا کتاب القانون فی الطب میں لکھتے ہیں:

”فصل خریف میں خصوصیت کے ساتھ بہترین تدابیر کی پابندی کرنی چاہیے، تمام جھفتات کو ترک کر دیا جائے، جماع سے پرہیز کیا جائے اور بہت سرد پانی سے گریز رکھا جائے، نہ یہ پیا جائے، اور نہ اسے سر پر ڈالا جائے۔ ایسی ٹھنڈی جگہ سونے سے اجتناب کیا جائے، جہاں بدن کے روٹکے کھڑے ہوتے ہوں۔ رہی شراب تو موسم خریف میں مناسب یہ ہے کہ پانی بکثرت ملا کر پی جائے، لیکن اس کی کثرت نہ کی جائے۔“

سید اسماعیل جرجانی ”حف علانی، میں فصل خریف کی غذاء کے

بارے میں لکھتے ہیں:

”پت چھڑ کے موسم میں شکار قدید کا گوشت اور جماع، الغرض ہر اس چیز سے جو خشکی میں اضافہ کرتی ہو دور رہے، رات کو بھرے پیٹ اور نم جگہ پر نہ سوئے، صبح کی خشکی اور دوپہر کی گرمی سے خود کو بچائے رکھے، ٹھنڈے پانی میں بھی بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔“

ابوبکر محمد بن زکریا رازی کتاب المنصوری میں اس موسم کی غذائی

تدابیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

”اس موسم میں جہاں تک ہو سکے پھل نہ کھائے جائیں اور دوپہر کے وقت خاص طور سے دھوپ سے بچا جائے۔ رات اور صبح کے وقت سر کو ٹھنڈے سے بچائیں، ٹھنڈا پانی نہ ہی پیئیں۔ شکم سیر

مطبوع استعمال کریں۔ مٹھائی، چربی دار مصالحہ دار اور تیز نمکین چیزوں سے پرہیز کریں۔ ترش اور پھکی چیزوں پر لکنا کریں۔“
 کتاب المختارات میں ابن ہبل بغدادی موسم گرما کی غذا کے تعلق سے لکھتے ہیں:

”گرمیوں میں کھانے سے قبل بار در طب پھل کھانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن کھانے کے بعد اس کا کھانا بہتر نہیں۔ اسی طرح گرمی میں ٹھنڈی سبزیاں، مثلاً خرفہ، کاسنی، قنارہ، اور کھیرا کھڑی وغیرہ محروم کر کے لیے مفید ہیں۔ موسم گرما میں شراب پینا بہتر نہیں ہے، لیکن جو اس موسم میں استعمال کرنا چاہیے کہ وہ مقدار کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ ایسی غذائیں استعمال کرے جو کھٹی ہوں، مثلاً کچے انگور کا رس، تلخ انار کا پانی، سماق، زرشک، سبکاج اور سیب تلخ وغیرہ۔“

ابن نفیس کلیات نفیسی میں لکھتے ہیں:

”موسم گرما میں غذا بارد بالفعل کھانی چاہیے، کیونکہ موسم گرما حار یعنی ایک گرم موسم ہے، جس کی حرارت، حرارت غریزیہ کو تحلیل کر دیتی ہے، اس لیے قوت ہاضمہ ضعیف ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر غذا بھی حار بالفعل استعمال کی جائے تو غذا کی حرارت ہوا کی حرارت کے ساتھ جمع ہو جائے یعنی موسمی حرارت کے ساتھ غذا کی حرارت بھی جمع ہو جائے، جس سے حرارت غریزیہ کی تحلیل اور بھی شدت پکڑ لے اور جوش، بے چینی اور پیاس میں اور بھی اضافہ ہو جائے۔ لیکن جب غذا بارد بالفعل استعمال کی جاتی ہے تو وہ بیرونی حرارت کا مقابلہ کر کے تحلیل میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے اور ان خرابیوں کو دور کرتی ہے جو بیرونی حرارت سے پیدا ہوتی ہیں نیز ایسی ٹھنڈی غذا حرارت غریزیہ کو معدہ کے اندر گھیر کر روک لیتی ہے۔ معدہ کے جرم کو سمیٹتی اور اس کے ڈھیلے پن کو دور کر دیتی ہے۔ ایسی حالت میں معدہ غذا کو اپنے گھیرے میں اس طرح لے لیتا ہے کہ اس کی فضا میں کوئی خالی جگہ باقی نہیں رہنے پاتی اور بھوک میں بھی تیزی آ جاتی ہے اور ہوا کی گرمی سے اکثر اوقات ضعیف ہو جایا کرتی ہے۔“

جامع الحکمت میں حکیم محمد حسن قرشی تحریر فرماتے ہیں:

”موسم گرما میں ایسی غذائیں کھانی چاہیے جن سے حرارت کم پیدا ہو۔ اس موسم میں سبز ترکاریوں، تازہ پھل، بغیر چربی کا گوشت، پیاز، لسی، دودھ اور چاول کا استعمال بہتر ہوتا ہے۔“

نمکین غذاؤں، مرچ مصالحوں اور تیز چرپری چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ تغلیل مائی کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ پیاس کو بڑھاتی ہیں۔ موسم گرما میں صفرا کی پیدائش بڑھ جاتی ہے، اس لیے مولد صفراء غذا یہ دادویہ سے احتراز کرنا چاہئے اور ایسی اشیاء کو استعمال کرنا چاہیے، جو قاطع صفرا ہوں مثلاً ترش اور کھٹی چیزیں۔

ابن سینا کتاب القانون فی الطب میں لکھتے ہیں:

”فصل صیف میں غذاء، شراب اور ریاضت کم کر دی جائے، راحت اور آرام اختیار کیا جائے۔ اور ایسی چیزیں استعمال کی جائیں جو حرارت کو بچھانے والی ہوں نیز قے کرائی جائے۔“

سید اسماعیل جرجانی خفِ علانی میں فصل صیف کی غذا کے تعلق سے رقمطراز ہیں:

”موسم گرما میں ریاضت کرنے کے ساتھ خوراک، شراب اور جماع سے کم شغف رکھنا چاہئے۔ آرام طلبی کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں کو قدرے ٹھنڈا کر کے استعمال میں لانا چاہیے۔“

فردوس الحکمت فی الطب میں ربن طبری لکھتے ہیں:

”موسم گرما میں خون کو زیادہ نہ بڑھنے دیں، ورنہ حرارت غریزیہ ختم ہو جائے گی۔ موسم گرما میں سرد چیزوں کا استعمال کریں، مثلاً سرکے میں پچھڑے کا گوشت پکا ہوا، کیونکہ یہ بھیڑ کے گوشت کے مقابلے میں کم گرم ہوتا ہے، یا ایسے چوزہ کا گوشت جن کو آنا اور پیڑ کھلا کر پالا گیا ہو، ان کے گوشت کو انور خام، سیب، ترنج یا آلو بخارا ڈال کر پکایا گیا ہو اور بیضہ نیم برشت کھانا بہتر ہے۔ ٹھنڈی سبزیاں اور ٹھنڈے پھل استعمال کریں۔ اگر کسی کو یہ اشیاء میسر نہ ہوں تو اس کو سرکہ، روغن زیتون، کاسنی، خرفہ کا ساگ، کھیرا یا اس جیسی دوسری اشیاء استعمال کرنی چاہئیں۔ دودھ سے پرہیز کریں۔ جو کا ستوا اور انار دانے کا ستو پیئیں۔“

زکریا رازی کتاب المنصوری فی الطب میں اس موسم کی غذا کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس موسم میں ایک ہی وقت میں شکم کو غذا سے بھرنے کے بجائے وقفہ وقفہ سے کھانے کی کوشش کریں، پانی ٹھنڈا پیئیں اور ٹھنڈے پانی سے ہی غسل کریں، ہر روز صبح کو برف کے پانی میں ستو گھول کر شکر ملا کر پیئیں۔ سبزی، جلاب، کھٹے پھلوں کے رُب استعمال کریں۔ ٹھنڈی چیزیں کھائیں، ترش چیزوں سے تیار کیے ہوئے

فصل شتاء:

اسی اصول پر گوشت اور کباب وغیرہ کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔ اس موسم میں اگر سبزی کی ضرورت ہو تو کرم کلمہ، چقندر اور کرفس جیسی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں نہ کہ بھوا، چولائی، خرفا اور کاسنی۔“

ابوبکر محمد بن زکریا رازی کتاب المصوری فی الطب میں اس موسم کی غذائی تدابیر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”سردی کے موسم کی تدابیر کی طرف سے کوتاہی کی جاسکتی ہے اور غذا میں زیادتی بھی برتی جاسکتی ہے۔ سرد مزاج کے لوگ سردی کے موسم میں لہسن، پیاز اور مسالوں جیسی گرم اشیاء استعمال کر سکتے ہیں، لیکن گرم مزاج کے نوجوانوں کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر بالکل نہ چھوڑ سکیں تو کم ضرور کر دیں۔ کیونکہ اس طرح کی احتیاط نہ برتنے سے اس موسم میں بیماری لاحق ہو سکتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ موسم سرما میں چونکہ اخلاط زیادہ بنتے ہیں اس لیے کھانے پینے کی چیزوں میں زیادتی کے بعد فصد اور ردی غذاؤں کے استعمال کی صورت میں مسہل لے لینا چاہئے۔“

ابن ہبل بغدادی کتاب المختارات فی الطب میں موسم سرما کی غذاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

”سردیوں میں بارد مزاج لوگوں کے لیے چرپری سبزیوں، مثلاً کرفس، پودینہ اور مولیٰ کے پتوں سے بھوک کی اصلاح ہو جاتی ہے اور غذاء سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ موسم سرما میں شرب پینا موافق ہوتا ہے اور موسم سرما میں اس کا استعمال اور موسموں کی نسبت دیر تک ہونا چاہیے اور اس موسم کی غذاء قوی اور غذائیت والی ہونی چاہئے۔ مثلاً جوان بکری کا پکا ہوا گرم گوشت، تنجن، کبیس اور چربی دار کباب وغیرہ۔ موسم سرما میں بطور نقل پستہ، بندق، ناریل اور چھلا ہوا تل استعمال کرنا چاہیے۔“

کلیات نفیسی میں ابن نفیس لکھتے ہیں:

”اس موسم میں قوی اور غلیظ غذا نہیں مثلاً ہریسہ [حلیم] کھانی چاہیے، کیونکہ اس موسم میں قوتِ باضمہ قوی ہو کر تھی ہے اور موسم کی برودت سے اخلاط میں انجماد اور نکاثف پیدا کر دیتی ہے، جس سے ان کا حجم کم ہو جاتا ہے اور وہ عروق کو پُر کرنے کے لیے کفایت نہیں کرتی۔ اس لیے ایسی حالت میں زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ نکاثف کی وجہ سے اخلاط کی مقدار میں جو کمی آگئی ہے یہ غذا اس کے عوض و بدل بن سکے۔ لطیف غذا سے یہ مقصد بخوبی اس لیے حاصل نہیں ہو سکتا کہ لطیف غذا سے جو خون پیدا ہوتا

موسم شتاء کا زمانہ نومبر کے اخیر سے شروع ہو کر ابتداء فروری تک ہوتا ہے۔ موسم سرما میں خارجی ہوا سرد ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بدن انسانی کو دوسرے موسموں کے مقابلے میں مزید حرارت کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہذا مزید حرارت کی کمی تدارک کے لیے یہ ضروری ہے کہ کثیر التغذیہ اور حرارت سے پُر غذاؤں کو خوب استعمال کیا جائے۔ اس موسم میں باضمہ بہتر ہو جاتا ہے، فعلی ہضم سرعت اختیار کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے اشتہاء بڑھ جاتی ہے۔ قوتِ باضمہ کے قوی اور بہتر ہونے کے سبب سے بھاری اور کثیف غذائیں بھی انسان باسانی ہضم کر لیتا ہے۔ موسم سرما میں ترش، نمکین غذائیں، گوشت اور مچھلی کھانا بہتر ہے، کیونکہ یہ آسانی سے ہضم ہو جانے کے ساتھ ساتھ سردی سے بھی محفوظ رکھتی ہیں۔ اس موسم میں ٹھنڈے ماکولات و مشروبات سے پرہیز ضروری ہے۔

نحب علانی میں سید اسماعیل جرجانی فصل شتاء کی غذاء کے تعلق سے تحریر کرتے ہیں:

”جاڑے میں اسفید باج، خشک قلیے، کباب، دارچینی، کروبا، بالون کی شراب وغیرہ غذاؤں میں ذوقی چاہئے۔ جاڑے میں گوشت بخینی اور ٹھنڈی چیزیں نہیں استعمال کرنا چاہئے۔“

فردوس الحکمت فی الطب میں ربن طبری اس فصل کی غذائی تدابیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

”اس موسم میں [یعنی موسم شتاء میں] ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ گرم اشیاء کا استعمال ضروری ہے، جیسے کبوتر، مرغیاں اور چڑیوں کے گوشت، بھیڑ کے بچے کا گوشت، تزکاریاں، گرم مصالحے اور دیگر تمام گرم اشیاء کھائیں، اگر اللہ ان کے کھانے کی توفیق دے۔ گوشت بشکل کباب، انڈے نیم برشت ہوں۔ انجیر، اخروٹ، جو کوئی ہردن صبح کو پابندی سے ان کو کھائے گا وہ سمیاتی زہر سے محفوظ رہے گا۔ پرانی شراب اکثر پینی چاہیے۔ مقویات باہ کا بھی استعمال کرنا چاہیے۔“

ابن سینا فصل شتاء کی غذاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

”موسم شتاء میں محنت و مشقت خوب کرنی چاہیے اور غذاء بھی خوب فراخ دلی سے کھانی چاہئے۔ اس موسم میں گیہوں کی روٹی کھانی چاہیے، جو موسم گرما کے گیہوں کی نسبت زیادہ سخت اور قوی ہوں۔

مراجع و مصادر

- ۱- ابن سینا، القانون فی الطب [اردو ترجمہ]، منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۳۰ء، ص ۳۳۸، ۳۳۲، ۱۰۷، ۹۷
- ۲- رازی، ابو بکر محمد بن زکریا، کتاب المنصوری [اردو ترجمہ]، سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء، ص ۱۷۹، ۱۷۷
- ۳- ابن ہبل بغدادی، کتاب المختارات [اردو ترجمہ]، سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۰۳، ۲۱۰، ۱۱۲، ۱۰۹
- ۴- ربن طبری، فردوس الحکمت [اردو ترجمہ]، ادارہ کتاب الشفاء، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۱۰، ۱۰۷
- ۵- کبیر الدین حکیم محمد، کلیات قانون [اردو ترجمہ]، اعجاز پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۲۲۲، ۲۵
- ۶- کبیر الدین، کلیات نفیسی [اردو ترجمہ]، ادارہ کتاب الشفاء، نئی دہلی، ص ۳۸۱، ۲۵۲، ۲۳۹
- ۷- قرشی، محمد حسن، جامع الحکمت، شیخ محمد بشیر اینڈ سنس، لاہور، ص ۱۹۲، ۱۳۸
- ۸- جرجانی، سید محمد اسماعیل، نہبِ علائی [اردو ترجمہ]، ادارہ کتاب الشفاء، نئی دہلی، ص ۲۰۱۲، ۱۹، ۱۵



ہے وہ [اپنی لطافت کی وجہ سے] غلیظ غذا کے خون کے مقابلہ میں موسم کے اثر کو قبول کرتا اور سردی سے زیادہ سرعت کے ساتھ منجمد ہو جاتا ہے۔

گوشت کثرت سے کھانا چاہیے، تاکہ خون زیادہ پیدا ہو اور تکلف و انجماد کی وجہ سے عروق کے اخلاط میں جو کمی آگئی ہے، وہ اس سے پوری ہو جائے۔ اور ملطفات [لطافت پیدا کرنے والی اشیاء] مثلاً رشاد [ہالون یا رائی] اور گرم قسم کے تخم [یعنی گرم مصالحہ وغیرہ] اور تیز شراب استعمال کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ موسم سرما میں جو غلیظ غذا نہیں استعمال کی جاتی ہیں، اس سے غلیظ خون پیدا ہوتا ہے اور موسم کی برودت سے اس کی غلظت اور کثافت کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایسی حالت میں غذا کے ساتھ عروق و مجاری کے کھولنے والے ملطفات کا استعمال ضروری ہے، تاکہ اس میں سدے نہ پیدا ہوں۔ تیز شراب کا استعمال اس لیے مناسب ہے کہ یہ حرارت غریزیہ کو بھڑکاتی، اخلاط کو کاٹتی چھانٹتی، اور بدن میں حرارت پیدا کر کے موسم اور ہوا کا مقابلہ کرتی ہے، اور بدن میں خون کی مقدار بڑھاتی ہے۔“

حکیم محمد حسن قرشی جامع الحکمت میں لکھتے ہیں:

”سرد ممالک میں گرم ممالک کی بہ نسبت اور سردیوں میں گرمیوں کی بہ نسبت زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ بالخصوص گھی، روغنی اور نشاستہ دار اشیاء، گوشت، اٹھا، گھی، بکھن وغیرہ۔ ان سے حرارت غریزیہ پیدا ہو کر بدن کی تقویت کا باعث ہوتی ہے۔“

حاصل کلام:

اطباء متقدمین اور متاخرین نے فصول اربعہ اور اس کے مزاج کو واضح کرتے ہوئے ہر ایک موسم کو بالتفصیل بیان کر کے لوگوں کو یہ پیغام دیا کہ اگر آپ خود کو صحت مند و توانا رکھنا چاہتے ہیں تو مذکورہ بالا اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی ایک مکمل زندگی کو گزار سکتے ہیں، ورنہ طرح طرح کی بیماریوں اور اس سے ہونے والی مشکلات سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ دورِ جدید میں امراض میں غذاؤں کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ اطباء کے بیان کردہ مآخذ اور موجودہ سائنسی نظام کے امور کو مدنظر رکھتے ہوئے موسم اور غذاء کے تعلق سے مزید واضح نظریات کو لوگوں کے درمیان لائیں، تاکہ اس کی بھرپور افادیت سے لوگ مستفید ہو سکیں۔

ذیابیطس کا علاج: اطباءِ قدیم و جدید کے حوالے سے

☆ حکیم احسان رؤف

☆☆ طبیبہ تبسم لطافت

☆☆☆ حکیم محمد محسن

تاریخی پس منظر:

نے پہلی صدی قبل مسیح میں دنیا کو متعارف کرایا۔ پیشاب پر لکھیاں بیٹھنے اور چیونٹیوں کے قریب آنے کی کہانی آوریوید، چینی طریقہ علاج اور یونانی طب، سب کے یہاں ملتی ہے۔ مغربی مورخین پیشاب کے شیریں ہونے کی ایجاد کا سہرا ۱۶۷۵ عیسوی کے طبیب ڈاکٹر تھامس کے سر باندھتے ہیں۔

طبی ادب عالیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلس البول یادولابیت کا ذکر یونانیوں کے یہاں بہت پہلے سے ملتا ہے۔ یہ دیگر بات ہے کہ اکثر اطباء نے اسے قوتِ ماسکہ کا ضعف قرار دیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی بے محل نہ ہوگی اگر ہم ۱۷۵۰ء کے طبیب کولین [Cullen] اور ۱۸۶۹ء کے طبیب پال لانگہنس [Paul Longhans] کا تذکرہ کریں، جنہوں نے علی الترتیب بانقراس کے خلیات [Pancreatic Cells] اور بانقراس کے [Islet Cells] کی طرف دنیا کو متوجہ کیا، اس حوالہ سے ۱۹۰۰ء میں ڈاکٹر جوزف نے بتایا کہ کٹوں کے بانقراس نکالنے کے بعد ان میں ذیابیطس کا مرض

مرض کے حوالہ سے ذیابیطس کا تاریخی سلسلہ بہت پڑانا ہے۔ بعض مورخین اس کا تاریخی سفر پندرہویں صدی قبل مسیح کے مصری بردی نوشتہ سے شروع کرتے ہیں۔ چینی طریقہ علاج کے حاملین کا دعویٰ یہ ہے کہ پیشاب میں شکر کی موجودگی ۳ ہزار سال قبل مسیح میں انہوں نے ہی ثابت کی تھی۔ آوریویدک طریقہ علاج کے حاملین اسے سوشرت سے منسوب کرتے ہیں اور سوشرت کا عہد ۶ سو سال قبل مسیح بتاتے ہیں۔

اگر یحییٰ نحوی کی بات مان لیں کہ بقراط سے ڈیڑھ ہزار سال قبل افلاطن الطیب کے بارے میں محض قیاس یا محض تجربہ پر مبنی طبی کتابوں کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا تھا، تو ذیابیطس سے متعلق بنیادی معلومات پیش کرنے کا سہرا اطباء یونان کے سر جاتا ہے۔

بہر حال اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ سلس البول اور اس کے ساتھ شکر کی آمیزش کے طبی نام ذیابیطس سے یونانی طبیب ارسطراطیوس

☆ بی جی اسکالر [معالجات]، شعبہ معالجات، اجمل خان، طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ ایسوسی ایٹ، پروفیسر شعبہ معالجات، اجمل خان طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ اسٹنٹ، پروفیسر شعبہ معالجات، اجمل خان طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

عام طور سے اس طرح کے مریض بے ہوشی میں نہیں جاتے ہیں۔

ذیابیطس کی عمومی علامات:

مریض میں تعدیہ [Infection] جلدی جلدی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شکر کی موجودگی میں جراثیم کو پھیلنے پھولنے کے پورے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

پھوڑے، پھنسی زیادہ نکلتے ہیں، زیادہ شکر بڑھنے سے جسم پر کھجلی ہوتی ہے، خاص طور سے زیر ناف زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھوک زیادہ لگتی ہے، ہاتھ پیر سن رہنے لگتے ہیں، دوران خون بھی طبعی نہیں رہتا۔ نیند کم آتی ہے، بہت معمولی محنت کے بعد تکان محسوس ہونے لگتی ہے، مریض طبعاً چڑچڑا ہوا ہوتا ہے، جلد خشک ہو جاتی ہے۔

ثابت بن قرہ کتاب الذخیرہ میں ذیابیطس کے بارے میں لکھتے ہیں:

”کثرت بول کی کئی قسمیں ہیں، اس میں ایک قسم ذیابیطس کہلاتی ہے، یہ مرض گردوں میں شدید حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے، بطور علامات مریض پانی پینے کے فوراً بعد پیشاب کے لیے جاتا ہے، قارورہ کا معائنہ کرنے پر پیشاب کا رنگ سفید ملتا ہے۔ آگے چل کر قوت ماسکہ کمزور ہو جاتی ہے“ [۱]

عبداللطیف بغدادی نے رسالہ ذیابیطس میں اس مرض کے متعدد اسباب لکھے ہیں، مثلاً:

استرخاء عضلہ مثانہ، ضعف مثانہ، قرحہ مجاری بول، حدت بول، ضعف قوت ماسکہ بوجہ غلبہ برودت، مجرائے بول کی کشادگی، سوء مزاج حادکلی۔

عبداللطیف بغدادی کے بقول اس میں گردہ کے سوء مزاج حار میں مزاج ناری ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں رطوبات بدن کا انجذاب بڑھ جاتا ہے، چنانچہ اس عمل انجذاب کے سب سے پہلے جگر میں، پھر معدہ میں زیادہ ہونے کی وجہ سے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور جب یہ رطوبت گردہ میں زیادہ ہوتی ہے تو قوت دافعہ تیز اور قوت ماسکہ کمزور ہو جاتی ہے اور بطور علامت شدت کی پیاس ہوتی ہے اور چونکہ اس مرض میں پیشاب جلد باہر نکل جاتا ہے، اسی لیے پیاس کا سلسلہ برابر بنا رہتا ہے۔ [۲]

زیادہ پایا گیا۔ یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور ۱۹۳۶ء کے طبیب سر ہیگ ڈارن [Sir Hagedam] نے ذیابیطس ٹائپ ون اور ٹائپ ٹو کی تقسیم پیش کی۔ جہاں تک انسولین کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں حیوانات پر سب سے پہلے اس کا تجربہ ۱۹۳۶ء میں کیا گیا ہے، جسے بعد میں ۱۹۷۷ء میں روسالین یا لوو [Rosalyne Yalow] نے آگے بڑھایا۔ مرض بڑھتا گیا، محققین کی توجہ بھی بڑھتی گئی، چنانچہ ۱۹۶۹ء میں پہلے گلوکومیٹر کی ایجاد عمل میں آئی۔

تاریخی جائزہ کے بعد ذیابیطس کے جامع اور موثر علاج کے تجزیہ کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ذیابیطس کے جدید تصور پر ایک نظر ڈالیں۔

جدید طب میں ذیابیطس اس مرض کا نام ہے، جس میں انسولین کی کمی کی وجہ سے کاربوہائیڈریٹ یعنی نشاستہ پر مشتمل اجزاء کے استعمال / انجذاب میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال کو طبی اصطلاح میں [Impaired Carbohydrate Utilization] کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بنیادی طور سے اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱- Insulin Dependent Diabetes Mellitus [IDDM]

یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب جسم میں انسولین کی پیدائش بالکل نہیں ہوتی۔ عام طور سے یہ مرض بچوں میں ہوتا ہے، لیکن بڑوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ یہ مرض بہت تیزی سے بڑھتا ہے، کبھی صرف چند دنوں میں صورت حال بہت خراب ہو جاتی ہے، بے حد کمزوری محسوس ہوتی ہے، پیاس کی شدت ہوتی ہے اور پیشاب بار بار اور بہت زیادہ ہوتا ہے، وزن میں نمایاں طور پر کمی دیکھی جاسکتی ہے، علاج نہ کیا جائے تو مریض بے ہوش ہونے لگتا ہے اور قوما [Coma] میں چلا جاتا ہے۔

۲- Non Insulin Dependent Diabetes Mellitus

اس صورت حال میں انسولین کی پیدائش طبعی / ضروری مقدار سے کم ہو جاتی ہے۔ زیادہ تر اس مرض میں موٹے اور ۴۰ سال یا اس سے زائد کے عمر کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ ابتدائی علامات میں پیاس زیادہ لگتی ہے اور پیشاب بار بار بہت ہوتا ہے۔ اس کا آغاز دھیرے دھیرے ہوتا ہے۔ تکان محسوس ہوتی ہے، بدن میں درد ہوتا ہے، بینائی بھی متاثر ہو جاتی ہے۔

علاج:

نسخہ برائے قرص ذیابیطس:

طباشیر، بربارلس، تخم اسپغول، هموزن۔
ترکیب تیاری واستعمال: سفوف تیار کریں اور آب خیار یا ماء الشعیر
میں گوندھ کر گولیاں بنالیں۔ [۶]

ثابت بن قرہ ذیابیطس کے علاج میں لکھتے ہیں:

”علاج کی ابتداء اسپغول بریاں سے کریں، ساتھ میں تازہ پھلوں
کے رس، قرص حمض، آب انار ترش پلائیں۔ اگر اس سے فائدہ نہ
ہو تو قرص اقا قیا کھلائیں اور ٹھنڈے پانی اور عرق گلاب میں کیوڑا
ترکر کے کمر پر رکھیں یا برف کے ٹھنڈے پانی میں اقا قیا ملا کر کمر پر
دھاریں، اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہو تو جو کے ستو، روغن گلاب اور
آلو بخارا، انار، منقی یا سماق شامل کر کے گیہوں کا حریرہ بنا کر
کھلائیں۔“ [۷]

ذیابیطس کے علاج کے بارے میں عبداللطیف بغدادی لکھتے ہیں:

”اگر مرض سوء مزاج حار کی وجہ سے ہو تو مردودا، مرطب، مغری اور
مخفف تدابیر اختیار کریں۔“ [۸]

مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر رطوبت کا میلان گردوں کی سطحی جانب تو اسے قنے کے ذریعہ
جذب کرائیں اور گردوں کی گہرائی میں مادہ ہو تو حمام یا بس اور تغلیق
کامل کرائیں۔“ [۹]

جو رجس نے ذیابیطس کے مریضوں کے لیے بھی جہاورد ہڈیوں کے
گودے کو بہتر لکھا ہے، اس کے علاوہ اس نے ملوخیا، خس، کھیر اور کنگری
کو بھی مفید بتایا ہے۔ اس کی مخصوص ادویہ میں روغن گل، اسپغول کے ساتھ
آبزین کو بھی استعمال کرایا ہے۔ اس طرح کے مریضوں کے جسم پر گھی کی
مالش بھی فائدہ مند ہوتی ہے۔ [۱۰]

طیب احمد فارسی نے ذیابیطس کے لیے درج ذیل قرص کا نسخہ لکھا ہے:
برگ گل ۱۰ گرام، گوند بول، تخم حمض، ہر ایک ۱۵ گرام، طباشیر ۱۰ گرام،
زعفران ۵ گرام، دواؤں کو کوٹ چھان لیں پھر ۵ گرام کی گولیاں بنالیں اور
جو کے ستو کے ساتھ روزانہ استعمال کرائیں۔

تیاذوق کے نزدیک اس مرض کے لیے قابض اغذیہ اور ترش مشروب
استعمال کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں آب حصرم بہتر ہوتا ہے اور سرد تر دواؤں

زکریا رازی نے ’الطب الملوکی‘ میں ذیابیطس کے مریضوں کے لیے
ماء الشعیر، لعاب اسپغول، قرص طباشیر، ترش میوہ کے عصا رہ جات، گل مضموم،
گوند بول، گلنار، سماق، کتیر اور تمام قابض، مغری اور مردودوہ کو مفید بتایا
ہے اور خوردنی استعمال کے علاوہ کمر پر ٹھنڈے پانی اور ادویہ کے ضماد کی
سفارش کی ہے۔ خوردنی چیزوں میں رازی نے دہی، آلو بخارا اور املی کو
منہ میں روکے رکھنے کو مفید بتایا ہے اور اسے برابر کھاتے رہنے کی کی ہدایت
کی ہے۔ [۳]

مجوسی نے ذیابیطس کے لیے درج ذیل حقنہ کو بھی مفید بتایا ہے

عرق حمی العالم، عرق خس، عرق برگ خشخاش سادہ، آب جو،
آب شگوفہ گلاب، روغن نیلوفر، آب تخم خرفہ — ان تمام دواؤں کو لیطور
حقنہ استعمال کریں۔

اس طرح کے مریضوں کے لیے مجوسی نے بکری کے بچہ کا بھیجہ اور مغز،
بیضہ نیم برشت، ماء الجبن، تازہ مچھلی کے علاوہ سبزیوں میں خس [کا ہو]،
خرفہ اور طرہ شقوق کو مفید لکھا ہے۔ میوہ جات میں سیب، ناشپاتی، بہی، انار،
تازہ عناب، تازہ بادام کو شامل کیا ہے۔ گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی میں
پیٹھنے کو مفید بتایا ہے۔ [۴]

اس فہرست کی بعض دواؤں کو آج کی تحقیق غیر مفید، بلکہ مضر قرار
دیتی ہے۔

علی بن عباس مجوسی ذیابیطس کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اگر اس کا سبب گردوں میں غلبہ حرارت ہو تو مبرداور گرمی کم کرنے
والی دواؤں سے اس کا علاج کریں اور چکنی غذا نہیں کھلائیں۔“
شریت خشخاش، ماء الشعیر، آب انار تلخ پلائیں۔ [۵]

مجوسی نے لعاب اسپغول، شریت سفرجل، عرق گلاب یا عرق سیب
کے ساتھ قرص طباشیر کھانے کی ہدایت کی ہے۔ اگر فائدہ ہو جائے تو ٹھیک
ہے، ورنہ انار کے ساتھ قرص کا فور کھلائیں۔

مجوسی نے درج ذیل ضماد کو بھی مفید بتایا ہے:

برادہ صندل سرخ، برادہ صندل سفید، گلاب ۱۵ گرام، تخم اسپغول
۱۰ گرام، گل ارمنی، گلنارے گرام

میں ماء الشعیر اور سبزیوں کے عرق کا استعمال بہتر ہوتا ہے۔ مغری ادویہ استعمال کرائیں۔ اس میں گوند اور طین کو شامل کرنا چاہیے، اس کے علاوہ ٹھنڈے پانی سے دن میں کئی بار حمام کرانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔^[۱۱]

ایک طبیب نے سرکہ میں ۱۳ انڈوں کو ۲۴ گھنٹہ تک بھگونے کے بعد توڑ کر پی لینے کو ذیابیطس کے لیے مجرب بتایا ہے۔^[۱۲]

گردہ اور مٹانہ کی حرارت کم کرنے کے لیے ختم خیارین، روغن گل کے ہم وزن استعمال کو مفید لکھا ہے۔

جربیل بن یحییٰ نے ذیابیطس کے مریضوں کے لیے سب سے اچھی غذا گائے اور بھیر کا دودھ بتایا ہے۔

جب ان تدابیر سے پیاس کی شدت کم ہو جاتی ہے تو ملین شکم ادویہ سے حقنہ کرائیں اور مریض کو بہر حال نیند لانے کا انتظام کریں۔^[۱۳]

فیغریوس نے ذیابیطس کے مریضوں کے لیے آب کدو شیریں، آب انار ترش، آب آلو بخارا، آب ربیاس اور عصارہ حصرم کے پینے کی ہدایت کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اسپغول کو آب خیار کے ساتھ اور گائے کے دودھ سے بنے ہوئے دہی کو بھی مفید بتایا ہے۔

ان تدابیر کے ساتھ فیغریوس نے حمام کے ذریعہ تعریق کے ساتھ گردہ کے مقام پر صندل، گوند ببول، کافور اور بزرالنج کے ساتھ عرق گلاب کے لیپ کو بھی مفید لکھا ہے۔ خاص طور سے برف کے پانی کو بھی عجیب الاثر قرار دیا ہے۔^[۱۴]

اربیاسیوس نے درج ذیل تدابیر لکھی ہیں:

ذیابیطس کے مریضوں کے لیے سب سے بہترین بات یہ ہے کہ وہ ٹھنڈا پانی خوب پیئیں اور دیگر سرد تدابیر بھی اختیار کریں اور سنتو کھائیں۔ ہر حال میں مدر بول اشیاء سے پرہیز کریں، بذریعہ حمام پسینہ لائیں۔

غذا میں حب الّاس، ناشپاتی اور تھرہندی کا جو شانہ استعمال کریں۔ مرض کی ابتداء میں کہنی کی رگ کی فصد کھولیں، اس کے لیے مخدر ادویہ خوردنی اور بیرونی طور سے بھی استعمال میں لائیں۔^[۱۵]

فیغریوس کے نزدیک درج ذیل تدابیر ذیابیطس کے لیے فائدہ مند ہیں۔

ذیابیطس میں سب سے پہلے پیاس کم کرنے کی تدابیر کریں، اس کے لیے عرق گلاب یا عصارہ گلاب پلائیں۔ ٹھنڈی ہوا میں مریض کو بٹھالیں اور سرد چیزوں سے تیار کیے ہوئے ضادات بدن پر لگائیں۔

زکریا رازی کی مجرب تدابیر:

ذیابیطس کے مریض کو سرد پانی میں اتنی دیر تک بٹھائیں کہ جسم نیلا پڑ جائے۔ رازی نے اس کی نوعیت عمل یہ لکھی ہے کہ حمام مٹانہ کو مضبوط کرتا ہے، گردوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور پیاس کو تسکین دیتا ہے۔ دوسرا مفید نسخہ:

طباشیر، رب السوس، گوند ببول، کتیرا، ہر ایک ۵۰۰ ملی گرام، کافور ۳۷۵ ملی گرام، انیون ۲۵۰ ملی گرام، آب اسپغول میں گوندہ کر گولیاں بنالیں اور زلال تھرہندی کے ساتھ استعمال کرائیں۔ دیگر مفید تدابیر اور دوائیں:

قدیم طبی ادب عالیہ میں ذیابیطس میں بہت سی دواؤں کا ذکر ہے۔ ذیل میں ان ادویہ کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

مسور مغلط خون ہونے کی وجہ سے پیشاب کی مقدار کم کرتا ہے اور حابس بول اثر کرتا ہے۔

حب الّاس، خشک ناشپاتی اور کھجور کا جو شانہ ایک اونس روزانہ نہار منہ پینے سے کثرت بول کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔

ذیابیطس میں مفید قرص کا نسخہ:

گوند ببول ۳۵، برگ گلاب، گلنار ہر ایک ۷ گرام، گوند ببول ۲ گرام۔ گولیاں بنا کر ۷ گرام روزانہ نہار منہ ۲ اونس پانی کے ساتھ کھلائیں۔ بعض نسخوں میں ۲ گرام گل محتوم کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ نسخہ دیگر:

بنولہ ۳۵ گرام کو ۵۰۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال لیں، جب ایک تہائی رہ جائے تو چھان کر پلائیں۔

نسخہ حکیم سید تھور علی بجنوری:

کندر، طباشیر، لاجچی سفید، گل ارمنی، مصطکی رومی، کشتہ بیضہ مرغ، ہر ایک ۶ گرام — تمام دواؤں کو باریک سفوف بنالیں اور ۳ گرام

سفوف پانی سے کھلائیں، انشاء اللہ ۳ ہفتہ میں مرض ختم ہو جائے گا۔ [۱۶]

نسخہ حکیم محمد جعفر:

ہر ایک ۲۰ گرام، پوست درخت آم ۸۶ گرام، ست گلو ۱۲۸ گرام،
۶ گرام صبح کے وقت کھلائیں۔

• دودھی خرد، صندل سرخ، صندل سفید، ستاور، موصلی سفید، ہر ایک
۲ گرام، کشنیز خشک، الاچھی خرد، ہر ایک ۴ گرام — ہر ایک سفوف
بنالیں اور ۶ گرام کھانا کھانے کے بعد کھلائیں۔

• برگ گلو ۲۰ گرام، ہلیہ، ہلیہ، کشتہ صدف، ہر ایک ۲۰ گرام،
کشتہ فولاد ۴۰ گرام، برگ گلو سیاہ میں خشک کریں پھر سفوف بنا کر
۱ گرام سفوف پانی کے ساتھ کھلائیں۔

• بنولہ ۳۰ گرام کو ۲۰۰ ملی لیٹر پانی میں اُبالیں، جب ایک تہائی رہ جائے
تو پلائیں۔

• کر یلا خشک، تخم حلبہ، ہر ایک ۲۰ گرام، گڑ مار، خستہ جامن، گلو نیم،
ہر ایک گرام، سفوف بنالیں ۵۰۰ ملی گرام سفوف صبح و شام پانی کے
ساتھ کھلائیں۔

• کندر، طباشیر، دانہ الاچھی خرد، گل ارمنی، مصطکی، پوست درخت گولر خشک،
کشتہ پوست بیضہ مرغ تمام دوائیں ہموزن لے کر سفوف بنالیں،
ڈیڑھ گرام سفوف خالی پیٹ کھلائیں۔

• گڑ مار، خونچان، مغز تخم جامن، ہموزن، سفوف بنالیں اور ۵۰۰ ملی گرام
دہی کے ساتھ کھلائیں۔

• سبوس گندم، سبوس نخود، سبوس جو، ہر ایک ۶ گرام، مغز املتاس
۲۰ گرام، مصری ۱۰ گرام — مغز املتاس کورات بھر پانی میں بھگودیں،
صبح کو زلال لیں، اسی طرح سبوس کا بھی زلال تیار کریں پھر دونوں
کو مصری کے ساتھ کھلائیں۔

• شگوفہ انبہ، شگوفہ جامن، شگوفہ نیب، کر یلا، شگوفہ کچنال، سر پھوکہ،
گولر خام، گوندنی خام، برگ امرود، ہر ایک ۴ گرام، ساری دوائیں
۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال لیں اور مل چھان کر پلائیں۔

• خستہ جامن ۵۰ گرام، مغز پیستہ ۲۰ گرام، موصلی سفید ۱۰ گرام، ہر ایک
سفوف کر کے ۱-۲ گرام صبح شام کھلائیں۔

• گڑ مار ۲۰ گرام، زنجبیل، خستہ انبہ، ہر ایک ۱۰ گرام، سفوف بنالیں اور
ایک گرام صبح شام پانی کے ساتھ کھلائیں۔

• سیماب مصفی حل کردہ، مروارید ناسفتہ محلول، کبر باشمعی،
پارہ سوختہ، دانہ ہیل ہموزن، سفوف بنالیں، پھر ہر ایک مثل سرمہ
حل کریں۔ ایک گرام صبح شام گائے یا بکری کے دودھ کے ساتھ استعمال
کرائیں۔ [۱۷]

نسخہ حکیم خلیل الدین سندیلوی:

• سبوس گندم، سبوس جو، ہر ایک ۶ گرام، مغز املتاس، مصری، ہر ایک
۲۵ گرام، مغز املتاس کورات بھر پانی میں بھگو کر صبح کو آب زلال لیں، اسی
طرح سبوس کا زلال بھی تیار کریں اور مصری ڈال کر پلائیں۔ [۱۸]

دیگر نسخہ جات:

• شگوفہ جامن، مغز تخم پنبہ دانہ، گل نیم، سر پھوکہ، شگوفہ تر ہندی،
ہر ایک ۶ گرام، فلفل سیاہ ۷ عدد، ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں جوش دیں مل
چھان کر پلائیں۔

• کر یلا خشک، خستہ جامن، ہر ایک ۴۰ گرام، گل نیم، تخم ریحان،
خستہ آنبہ، ہر ایک ۲۰ گرام، کنگلی، زنجبیل خشک، ہر ایک ۱۰ گرام،
گوگل ۵ گرام۔

• سفوف تیار کریں اور آب گوند بول میں گوندھ کر ۲۵۰ ملی گرام کی
گولیاں بنالیں اور دو گولیاں صبح و شام کھلائیں:

• تخم حلبہ، گل نیم، خستہ جامن، ہر ایک ۱۰ گرام، گڑ مار، کر یلا خشک، ہر
ایک ۱۲ گرام سب دو اؤں کا حسب دستور سفوف بنالیں اور آب کتیرا
میں گوندھ کر ۲۵۰ ملی گرام کی گولیاں بنائیں اور ۲ گولیاں صبح و شام
کھلائیں۔

• برگ امرود سبز، برگ جامن سبز، برگ کر یلا سبز، ہر ایک ۱۰ گرام،
گل سدا بہار ۶ گرام — تمام دوائیں ۲۰۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال لیں
اور صبح کو پلائیں۔

• چھوٹی الاچھی، ست سلاجیت، ستاور، پکھان بید، موچرس، خار خشک،

- تخم حرمل ۲ گرام، آب برگ جامن سبز میں پیس کر کے رکھ لیں اور ۱ گرام، صبح شام کھلائیں
- خستہ آم، خستہ جامن، پوست انار، گڑ مار، ہر ایک ۵۰ گرام، سفوف بنا لیں اور ۳ گرام صبح شام دودھ کے ساتھ کھلائیں۔
- آب جامن تازہ، آب کیسرو، ہر ایک ۵۰ ملی لیٹر، دونوں کو ملا کر نہار منہ پلائیں۔
- پوست درخت فالسہ خشک ۵۰ گرام، کنجد [تل] ۱۰۰ گرام، سفوف بنا لیں اور ۵ گرام صبح کو پانی کے ساتھ کھلائیں۔
- سفوف گلو سبز ۳۰ گرام [سایہ میں خشک کیا ہوا]، مغز بنولہ ۲ گرام، انار خام ۶ گرام، تیتوں دوائیں ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال لیں اور مل چھان کر صبح شام پلائیں۔
- گڑ مار، خستہ جامن، ہر ایک ۱۰۰ گرام، کشتہ فولاد ڈیڑھ گرام — ۳ گرام، سفوف پانی کے ساتھ صبح و شام استعمال کرائیں۔
- مغز تخم جامن، دانہ اسپند ہموزن، سفوف بنا لیں اور ڈیڑھ گرام، صبح و شام پانی کے ساتھ کھلائیں۔
- زردی بیضہ مرغ عدد، سبوس اسپغول، گوند ببول، ہر ایک زردی بیضہ مرغ کا نصف وزن — ہر ایک سفوف بنا لیں اور روزانہ صبح نہار منہ کھلائیں۔
- پیاز ۲۰ گرام، ادک ۱۰ گرام، دونوں کا رس نکال لیں اور صبح نہار منہ کھلائیں۔
- آب برگ بیل تازہ سے ۲۰۰ ملی لیٹر رس نکال لیں اور صبح نہار منہ پلائیں۔
- پوست ہلیلہ ۲۰ گرام، رات کو ۵۰۰ ملی لیٹر پانی میں بھگو دیں، صبح مل چھان کر، گندھک آملہ سار ۲۰۰ گرام کا اضافہ کر کے ہر ایک پیس کر پوست ہلیلہ کے عرق میں کھل کر کے چھان کر ۳ گرام صبح و شام نہار منہ کھلائیں۔
- تخم نیلوفر کا مغز نکال کر سفوف بنا لیں اور ۳ گرام صبح و شام کھلائیں۔
- تخم کلونچی ۳۰ گرام، تخم کاسنی ۱۰ گرام کا سفوف بنا لیں اور ۲ گرام
- صبح و شام کھلائیں۔
- بوگن ویلیا سفید کے پھول ۳ عدد، زنجبیل ۱ گرام، دونوں چیزوں کو جڑوں میں دبا کر اس کا رس چوسیں، یہ عمل ۳ — ۴ ہفتہ تک کریں۔
- کر یلا مسلم کا رس نکال لیں اور ۲۰۰ ملی لیٹر صبح نہار منہ استعمال کریں۔
- چرائیہ تلخ، برگ نیم، کر یلا سبز، برگ بادرنجبویہ، چوب چینی، برگ گاؤزباں، ریوند چینی، برگ بانسہ، زنجبیل، ہر ایک ۳ گرام، تمام دواؤں کو ۲۵۰ ملی لیٹر میں اُبالیں اور مل چھان کر صبح و شام پانی سے کھلائیں۔
- خستہ جامن، گڑ مار، کر یلا خشک ہموزن، ان کا سفوف بنا لیں اور ۳ گرام صبح و شام کھلائیں۔
- میتھی، تیز پات، کر یلا خشک، تخم حنظل، ہر ایک ۴ گرام، سفوف دارچینی ۱۵ گرام — تمام دواؤں کو ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال لیں اور مل چھان کر اوپر سے دارچینی ۱۵ گرام چھڑک کر کھلائیں۔
- چرائیہ تلخ، چرائیہ سندھی، بھنگرا خشک، رسوت زرد، ہلدی، ناگر موم تھا، بیج سار، ست گلو، پوست درخت گولر خشک، گڑ مار، برگ نیم خشک، سر پھوکہ، ہر ایک ۵۰ گرام، عشبہ ہندی، عشبہ مغربی، ہر ایک ۵۰ گرام، گوگل ۳۵ گرام، برگ بیل خشک ۲۵ گرام، آملہ خشک ۱۰۰ گرام، سلاجیت مصفی، کشتہ مثلث، برگ بانس خشک، خستہ جامن، شاہترہ، ہر ایک ۱۰ گرام، ان کا سفوف بنا لیں اور آب گوند ببول میں گوندھ کر ۲۵۰ ملی گرام وزن کی گولیاں بنا لیں اور ۲ گولیاں صبح، دوپہر، شام کھلائیں۔
- پوست بیج مروڑ پھلی ۶ گرام کو ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال پھر مل چھان کر بیل کی تازہ پتیوں کا رس نکال کر پلائیں۔
- بیج کیوڑہ ۳ گرام، برگد کا پھل ۳ عدد، برگ بیل ۱۰ عدد، ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال لیں اور پلائیں۔
- کر یلا خشک، برگ بیل، برگ جامن، برگ گولر، خستہ جامن، میتھی، تمام دوائیں ہم وزن لے کر سفوف بنا لیں اور ۵ — ۷ گرام، پانی کے

- ساتھ صبح و شام کھلائیں۔
- برگ گڑ مار، خستہ جامن، سونٹھ، تخم حیات، ہر ایک ہموزن — تمام دواؤں کا سفوف تیار کریں اور عرق گھیکھو اور میں گوندھ کر ۲۵۰ ملی گرام کی گولیاں بنائیں اور ایک ایک گولی دن میں ۳ بار کھلائیں۔
- برگ گڑ مار، گوگھر و خرد، پکھان بید، ہر ایک ۵۰ گرام، سلاجیت مدبر ۱۰ گرام — تمام دواؤں کا سفوف بنالیں اور ۵ گرام صبح و شام پانی کے ساتھ کھلائیں۔
- ہلدی، تیز پات، سونٹھ، مغز تخم کریلا، گڑ مار، آم، نیمکولی، پوست درخت بیل خشک، ہر ایک ۵۰ گرام — تمام دواؤں کا سفوف بنائیں اور عرق برگ نیم میں حل کر کے ۲۵ ملی گرام کی گولیاں بنائیں اور دو گولیاں صبح و شام کھلائیں۔
- تازہ ٹماٹر کا سوپ پلائیں۔
- آب برگ کشنیز سبز ۱۲۰ ملی لیٹر صبح و شام پلائیں۔
- آب گھیکھو اور ۲۰ ملی لیٹر روزانہ نہار منہ پلائیں۔
- ۳ گرام ڈوڈھ پنیر ۳ گرام بھوسہ کا پانی ۶۰ ملی لیٹر کے ساتھ پلائیں۔
- شریفہ کی پیتاں ۹ عدد، ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں ڈال دیں اور صبح شام پلائیں۔
- برگ دودھیا کو سایہ میں خشک کر لیں پھر سفوف بنا کر گوند بول میں ۵۰۰ ملی گرام وزن کی گولیاں بنائیں اور ۲ گولیاں صبح و شام کھلائیں۔
- کلونجی، کندر، مصطکی، ایلوا زرد، پوست بیخ مدار، ہر ایک ۵۰ گرام، پینگ اصلی ۵ گرام — تمام دواؤں ۲ لیٹر پانی میں اُبالیں پھر ۶۰ ملی لیٹر پانی ایک مہینہ تک نہار منہ پلائیں، پھر دس دن ناغہ کر کے دس دن، پھر دس دن ناغہ کر کے دس دن پلائیں۔
- زیرہ سیاہ، شو نیز، خردل، تخم حلبہ، چھال ارجن، ڈوڈھ پنیر، گڑ مار، ہر ایک ہم وزن سفوف بنائیں اور ۳ گرام صبح و شام کھلائیں۔
- کری پتہ ۲۵ عدد روزانہ چبا کر کھانے کی ہدایت کریں۔
- کنگھی بوٹی، ڈوڈھ پنیر، ہر ایک ۳ گرام کو پانی کے ساتھ پلائیں۔
- بیل کی سوکھی پیتاں، کیلے کا پھول خشک، بوگن و لیلہ کی پیتاں، پر سیاہ و شام، کالی کسوندی کی پیتاں خشک، ہر ایک ۴ گرام — تمام دواؤں کو ۲۵۰ ملی لیٹر پانی میں اُبال کر صبح و شام پلائیں۔
- مغز تخم کرنجوہ، برگد کے پھل، جامن، مغز تخم پیٹھ — ہموزن، سفوف بنا کر ۳ گرام صبح و شام پانی کے ساتھ کھلائیں۔
- مغز تخم کرنجوہ ۱۵۰۰ گرام صبح و شام پانی کے ساتھ کھلائیں۔
- شیشم کے پھول، نیم کے پھول، بیل کے پھول سبھی خشک، چرائیہ تلخ، ہر ایک ۴ گرام، پانی ۲۵۰ ملی لیٹر میں اُبال اور مل چھان کر صاف کر کے پلائیں۔
- کنگھی، ادک کی پیتاں، ہار سنگھا کے پھول، ہر ایک ۴ گرام، پوست درخت فالسہ ۱ گرام، پانی ۲۵۰ ملی لیٹر میں اُبال لیں اور صبح و شام استعمال کرائیں۔
- سدا بہار کی خشک پیتاں اور پھول، بوگن و لیلہ کے پتے اور پھول، ہموزن کا سفوف بنائیں اور ۵۰۰ ملی گرام صبح و شام پانی کے ساتھ کھلائیں۔
- کیلے کے بیج، جامن کی گٹھلی، اندر جو، گل منڈی، نیم کے پھول، ہر ایک ۱۰ گرام، میتھی ۱۵ گرام، آملہ خشک ۲۰ گرام ان کا حسب دستور سفوف بنائیں اور ۳ گرام صبح و شام استعمال کرائیں۔

مصادر و مراجع

- ۱- ثابت بن قرہ، کتاب الذخیرہ [اردو ترجمہ]
- ۲- رسالہ فی ذیابیطس، بحوالہ الداء السکری، فی الطب الاسلامی، جامعہ حلب، ص ۱۶
- ۳- رازی، ابو بکر محمد بن زکریا، کتاب الملوکی، بحوالہ الداء السکری فی الطب الاسلامی، ص ۲۱
- ۴- نجوسی، علی بن عباس، کامل الصناعہ، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ج ۲، ص ۴۰۹
- ۵- ایضاً: ج ۲، ص ۴۰۹

- ۶- ایضاً: ج ۲، ص ۴۰۹
- ۷- کتاب الذخیرہ [اردو ترجمہ]
- ۸- رسالہ فی ذیابیطس، بحوالہ الداء السکری فی الطب الاسلامی، ص ۱۶
- ۹- ایضاً: ص ۱۶
- ۱۰- ایضاً: ص ۲۰
- ۱۱- بحوالہ الداء السکری فی الطب الاسلامی، ص ۲۰
- ۱۲- ایضاً: ص ۱۷
- ۱۳- ایضاً: ص ۱۹
- ۱۴- ایضاً: ص ۱۸
- ۱۵- ایضاً: ص ۱۸
- ۱۶- رموز الاطباء، ج ۲، ص ۲۸۰
- ۱۷- ایضاً: ج ۲، ص ۲۶۴
- ۱۸- ایضاً: ج ۲، ص ۵۹۸، ۵۹۷



تبصرہ

میں عرب، ایران، اندلس، افریقہ اور بلاد شام و مصر کے اطباء نے وقوع کارنامے انجام دیئے۔ بارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں متعارف ہونے کے بعد طب نے اس سرزمین کو اپنا دائمی مستقر بنا لیا۔ عہد سلطنت اور عہد مغلیہ کے علاوہ دوسری حکومتوں اور ریاستوں میں بھی طبی اقدار کو فروغ حاصل ہوا۔

طب یونانی کے اس ہزاروں سال کے سفر کے دوران جہاں علاج و معالجہ کے میدان میں محیر العقول کارنامے انجام دیئے گئے، وہیں علمی سطح پر طب کے مختلف موضوعات پر بے شمار عالمانہ کتابیں تصنیف کی گئیں، جنہوں نے طبی کلیات و جزئیات کی تفہیم میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن جس قدر طب کی توسیع ہوتی گئی، اس میں الفاظ، اسماء اور اصطلاحات کا بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اطباء نے اول روز سے طبی اصطلاحات کے صحیح مفہوم اور ان کی درست تعبیر پر زور دیا۔ بقراط [وفات: ۴۷۰ قبل مسیح] نے اپنی تصانیف بالخصوص فصول بقراطیہ میں اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے۔ جالینوس [وفات: ۲۰۱ء] کی دو کتابیں کتاب فی الفاظ البقراط اور کتاب فی الاسماء الطیبیہ اس سلسلہ کی اولین تالیفات ہیں۔ زکریا رازی [وفات: ۹۲۵ء] کی کتاب الجامح، خوارزمی [وفات: ۹۸۰ء] کی مفاتیح العلوم، نوح القمیری [وفات: ۹۹۰ء] کی کتاب التوفیر فی الاصطلاحات الطیبیہ، عربی عہد کی وہ تالیفات ہیں، جو طبی مصطلحات کو ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے پیش کرتی ہیں۔

کتاب : اسٹینڈرڈ یونانی میڈیکل ٹرمینولوجی [انگریزی]

مؤلف : سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن

ضخامت : ۳۹۸ صفحات

اشاعت : ۲۰۱۲ء

قیمت : درج نہیں۔

ناشر : سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن

۶۵-۶۱ انسٹی ٹیوشنل ایریا، ڈی بلاک جنک پوری،

نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

مبصر : حکیم امان اللہ

طب یونانی کے سفر کی داستان طویل ہونے کے باوجود دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ دراصل یہ مختلف تہذیبوں کے عروج و زوال کی کہانی ہے۔ طب کا کارواں قدیم عراق [بابل و نینوا] و مصر سے شروع ہو کر یونان، روم اور فارس ہوتا ہوا آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں بغداد پہنچا۔ اس عہد کے عباسی خلفاء بڑے علم دوست اور عالم پرور تھے۔ انہوں نے کشادہ قلبی سے نہ صرف اس تہذیبی وراثت کو اپنایا، بلکہ اس کے فروغ و اشاعت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ محض ایک صدی [۸۵۰-۷۵۰ء] کے عرصے میں مختلف زبانوں میں موجود علوم و فنون کے ایک کثیر سرمایہ کو عربی میں منتقل کر دیا گیا۔ اگلی پانچ صدیاں طب کی تاریخ کا زریں عہد قرار پائیں، جن

ہندی اطباء نے لغت نویسی کے فن کو مزید جلا بخشی اور ہندی عہد میں چند اہم لغات ترتیب دی گئیں، جن میں نورالدین محمد کی الفاظ الادویہ، محمد نصیر کی فرہنگ نصیریہ اور عبدالوہاب کی لغات قطبیہ فی اصطلاحات طبیبہ قابل ذکر ہیں، لیکن محمد بن یوسف ہروی کی بحر الجواہر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ کتاب اپنی تالیف کے تقریباً ۵۰۰ برس گزرنے کے بعد بھی طبی اصطلاحات کے حوالہ سے اطباء کا مرجع بنی ہوئی ہے۔

وقت بدلا، ضرورتیں اور ترجیحات بھی تبدیل ہوئیں۔ اکیسویں صدی اپنے دامن میں کیا کچھ لے کر آئی ہے؟ آنے والا وقت ہی بتلائے گا، لیکن کچھ آہٹیں سنائی دینے لگی ہیں۔ طب یونانی کے حوالہ سے بات کریں تو کہا جاسکتا ہے کہ بیسویں صدی اردو زبان سے عبارت تھی کہ اس میں عربی و فارسی کا چلن ختم ہوا اور طبی تعلیم و تصنیف کے لیے اردو کا انتخاب کیا گیا۔

ماضی قریب میں روایتی طبوں میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر ایک نئی دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ علمی حلقہ بھی انہیں بحیثیت سائنس سمجھنا چاہتا ہے۔ عالمی صحت تنظیم [WHO] نے بھی روایتی طبوں کو سمجھنے اور ان کی ترقی و ترویج کے لیے سنجیدہ کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اس پورے منظر نامے نے ماہرین کے درمیان ایک نئی بحث چھیڑ دی ہے کہ طب میں رابطہ کی زبان کیا ہو؟ آراء مختلف ہو سکتی ہیں، لیکن اتنا طے ہے کہ حکومتی اور بین الاقوامی ضروریات کی تکمیل اسی زبان [انگریزی] کے ذریعہ ممکن ہے، جو وہاں متداول ہے۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دیگر روایتی طبوں [چینی طب، آیور ویدیا] کے برعکس انگریزی میں طب یونانی کا سرمایہ نہایت محدود ہے، جو بہر حال ایک خاص دائرہ کے باہر اس کی مقبولیت و اشاعت میں حارج ہے۔

جیسا کہ مذکور ہوا، عربی اور فارسی میں بہت سی طبی لغات دستیاب تھیں، لیکن ایک تو ان کی زبان آج کے اسکالرس کے لیے نامانوس ہے، دوسرے اصطلاحات کی کمیت و کیفیت بھی ناکافی ہے۔ مزید برآں یہ لغات ان نسبتاً جدید اصطلاحات سے بھی عاری ہیں، جو گزرتے وقت کے ساتھ طب میں درآئیں، مثلاً تشریح، منافع الاعضاء، علم الامراض وغیرہ سے متعلق بہتری اصطلاحات۔ ایک دو انفرادی کوششوں کے سوا ماضی قریب میں اس اہم موضوع پر کوئی جامع تالیف منظر عام پر نہ آسکی، جس کی وجہ سے طلباء، اساتذہ، محققین و معالجین کے درمیان طبی اصطلاحات کی تفہیم اور اس

کی تعبیر میں اختلاف رہا اور بسا اوقات کنفیوژن کی صورت پیدا ہوئی۔ ضرورت ہمیشہ یہ محسوس کی گئی کہ اصطلاحات کے انتخاب اور ان کی تعبیر و توضیح کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے، جس میں معاصر اطباء و ماہرین کی نمائندہ جماعت شامل ہو اور تیار ہونے والے مسودے کی تصحیح و تنقیح کا اہتمام کئی سطحوں پر کیا گیا ہو۔

انہی عوامل کے پیش نظر سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن نے ڈبلیو ایچ او کے اشتراک سے اسٹینڈرڈ یونانی میڈیکل ٹرمینولوجی کے پروجیکٹ پر کام شروع کیا۔

پہلے مرحلہ میں سی سی آر یو ایم کے تقریباً بیس تحقیق کاروں نے چودہ طبی مضامین سے متعلق اصطلاحات منتخب کر کے ان پر ابتدائی مسودہ تیار کیا۔ اس مسودہ کو، موضوع کے اعتبار سے، مختلف اساتذہ و ماہرین نے بنظر غائر دیکھا اور حذف و اضافات کے ساتھ گرانقدر تصحیح کی۔ بعد ازاں سینئر ترین اساتذہ کی ایک جماعت نے تصحیح شدہ مسودے پر بالاستیعاب نظر ثانی کی اور آخر میں ایک ایڈیٹوریل بورڈ نے اسے زیر تبصرہ کتاب کی شکل میں پیش کیا۔ کتاب میں کل ۲۰۲۸ اصطلاحات کا احاطہ کیا گیا ہے، جن میں ۲۳۸۸ غیر سرسری اور ۶۴۰ سرسری اصطلاحات ہیں، جن کا انتخاب بی یو ایم ایس ڈگری کورس کے لیے سی سی آر یو ایم کے تجویز کردہ مضامین، تشریح، منافع الاعضاء، امور طبیعیہ، منطق و فلسفہ و علم ہیئت، علم الادویہ، علم الامراض و سریریات، تحفظی و سماجی طب، طب القانون، علم السموم، معالجات، جراحات، امراض نسوان، علم القبالہ اور امراض اطفال سے کیا گیا ہے۔ عربی و فارسی کی کلاسیکی اصطلاحات کے ساتھ اردو کی ان اصطلاحات کو بھی بیان کیا گیا ہے، جو بیسویں صدی میں نصابی ضرورتوں کے تحت طبی ادب کا حصہ بنیں۔

کتاب کی پیشکش، ڈبلیو ایچ او کے فارمیٹ کے مطابق، چار کالموں پر مشتمل ایک جدول کی شکل میں ہے۔ پہلے کالم میں زیر بیان اصطلاح کا کوڈ، دوسرے میں خط علوی نستعلیق میں عربی، فارسی یا اردو کی اصل اصطلاح، تیسرے میں انگریزی رسم الخط میں نقل حرفی [Transliteration]، جب کہ چوتھے کالم میں اصطلاح کے معنی و مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی کالم کے آخر میں اصل اصطلاح کے انگریزی متبادل کا بھی ذکر ہے۔ نقل حرفی میں

ممیز نشانوں [Diacritical Marks] کے اہتمام سے اصطلاحات کے صحیح تلفظ کو یقینی بنایا گیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے کتاب کے آغاز میں ایک Transliteration Table بھی مہیا کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک اشاریہ بھی ہے، جس کی مدد سے مطلوبہ اصطلاح تک رسائی آسان ہوگی۔ کتابیات کے ضمن میں ۱۰۱ اہم کتابوں اور معاجم کی فہرست سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس دستاویز کی تیاری میں کس قدر تحقیق کی گئی ہے۔ حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی، جن کی اس پروجیکٹ سے گہری وابستگی رہی، نے کتاب کا ایک مبسوط تعارف بھی رقم کیا ہے، جس میں انہوں نے طبی فلسفہ و کلیات، مصطلحات کے موضوع کی اہمیت اور اس حوالہ سے تاریخی کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے پیش نظر کام کے مواد و منہاجیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب بلاشبہ اپنے موضوع پر انگریزی میں اولین اور منفرد کام ہے۔ عرصہ دراز سے طبی و علمی حلقوں میں اس قسم کی تالیف کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ توقع ہے اس کتاب کے ذریعہ نہ صرف طبی اصطلاحات کا سمجھنا آسان ہوگا، بلکہ قومی و بین الاقوامی سطح پر طب یونانی کو علمی تعارف بھی حاصل ہوگا۔ معنوی خوبیوں کے ساتھ کتاب صوری اعتبار سے بھی دیدہ زیب اور دلکش ہے۔ سرورق کا ڈیزائن جدید اور معنی خیز، کاغذ نفیس، خط واضح، طباعت روشن اور ہارڈ باؤنڈ ہے۔ طب یونانی سے شغف رکھنے والے اہل علم کے یہاں اس کتاب کی موجودگی لازم ہے۔

